1

بانی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

اشاعت خاص

رئیس الشہداء نمبر

قال القائد اسماعیل
لن نعترف باسرائیل

مدیر خلیل الرحمن سجاد نعمانی

ستمبر ۲۰۲۴ء — ربیع الاول ۱۴۴۶ھ

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ (التوبة:١٨)

ترجمہ: (اللہ کی مسجدیں تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہوں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈریں، ایسے ہی لوگوں سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ صحیح راستہ اختیار کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔)

مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِي الْجَنَّةِ (البخاری)

جو شخص اللہ کے لئے مسجد بنائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اسی جیسا گھر بنائیں گے۔

مسجد کے لئے درج ذیل اکاؤنٹ پر اپنا عطیہ بھیجیں:

SCAN TO DONATE FOR MASJID CONSTRUCTION AT KHANQAH -E- NOMANIYAH

(Only LILLAH amount)

For IMPS/NEFT/RTGS
Union Bank of India
Name : RAHMAN FOUNDATION
Account no.: 320902010027773
Branch : Neral
IFSC Code : UBIN0532096

Or pay

8080838484

G Pay PhonePe Paytm

Contact Us

Maulana Abdul Majid
+91 70382 20051

Usama Motowala
+91 98201 [illegible]

To get an Official Donation Receipt, send us the Screenshot of the transaction details on WhatsApp:

+91 [illegible]

rahmanfoundation.org

قیمت فی مصلی ₹15000/-

یہ مسجد طالبین اصلاح کی تربیت کے علاوہ مختلف دینی، دعوتی اور سماجی خدمات کے لئے کارکنوں کی تربیت کا ایک مرکز ہوگی۔

خانقاہ نعمانیہ میں زیر تعمیر اس مسجد کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

جلد نمبر ۹۲ | شمارہ نمبر ۹

ماہ ستمبر ۲۰۲۴ء مطابق ربیع الاول ۱۴۴۶ھ

مدیر: خلیل الرحمن سجاد نعمانی

مرتب: محمد سجود العزیز قاسمی

زرِ تعاون کی تفصیلات

برائے بھارت (اندرون ملک)

بذریعہ سادہ ڈاک: سالانہ "عمومی" -/450₹ "خصوصی" -/800₹
(خصوصی میں سالانہ خریداری کے ساتھ ادارے کا تعاون بھی شامل ہے)

بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک: سالانہ "عمومی" -/750₹ "خصوصی" -/2000₹
(خصوصی میں سالانہ خریداری کے ساتھ ادارے کا تعاون بھی شامل ہے)

لائف ممبرشپ: (بذریعہ سادہ ڈاک) "عمومی" -/90,000₹ "خصوصی" -/1,20,000₹

برائے بیرون ملک (یورپ، امریکا، افریقہ، آسٹریلیا وغیرہ)

سالانہ زرتعاون بذریعہ Air Mail ۱۰۰ ڈالر -/100$ ۔ ۷۰ برٹش پاؤنڈ -/70£

نیز دیگر (سعودی عرب، عمان، کویت، متحدہ عرب امارات وغیرہ کے لئے)

بھارتی کرنسی INR میں -/10,000₹ کے برابر

ماہنامہ الفرقان کا سالانہ خریدار بننے کے لیے درج ذیل اکاؤنٹ یا اسکینر پر اپنی رقم بھیج کر ہمارے واٹس ایپ نمبر (+91 817494 4326) پر اطلاع ضرور کیجیے!

UPI No: 8174944326

A/c Name: ALFURQAN

Bank: State Bank Of India **Branch**: Aminabad (Lucknow)

A/c No.**36782927062** A/c Type:**Current** Ifsc Code: **sbin0001526**

اگر اس دائرہ میں ◯ سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہو چکی ہے، براہ کرم آئندہ کے لئے زرِ تعاون (Subscription Fee) ارسال فرمادیں، اور اس کی اطلاع آفس میں ضرور کردیں۔ اپنا خریداری نمبر اپنے پاس محفوظ رکھیں! منیجر

اس شمارہ میں

نمبر شمار	مضامین	مضامین نگار	صفحہ نمبر
۱	نگاہِ اولیں	مدیر	۵
۲	سعادت کی زندگی شہادت کی موت	حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب	۲۵
۳	مردِ مجاہد، محافظ بیت المقدس شیخ اسماعیل ہنیہؒ کی شہادت کے بعد کے حالات پر ایک خصوصی انٹرویو	مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی	۲۹
۴	جنگ بندی مذاکرات اور شیخ ہنیہؒ کا موقف	شیخ اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۷
۵	نکبہ کی یاد میں	شیخ اسماعیل ہنیہ رحمۃ اللہ علیہ	۴۵
۶	جہاد و سرفروشی اور عزیمت و وفا کا نقش تابندہ مجاہد و قائد اسماعیل ہنیہؒ	مولانا مجیب الرحمٰن عتیق ندوی	۵۱

برطانیہ میں ترسیل زر کا پتہ:
Mr. RAZIUR RAHMAN
90-B HANLEY ROAD. LONDON N4 3DW U.K
Fax & Phone:020 72721352. Email:furqanpublications@googlemail.com

﴿ادارہ کا مضمون نگار کی فکر سے اتفاق ہونا ضروری نہیں۔﴾

(ماہنامہ) الفرقان **خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ** (Monthly) ALFURQAN

۱۱۴/۳۱، نیا گاؤں (مغربی)، نظیر آباد،
پوسٹ آفس: امین آباد پارک لکھنؤ۔۲۲۶۰۱۸

114/31, Naya Gaon (West) Nazirabad,
P.O Aminabad Park
Lucknow-226018

فون نمبر: Ph: +91-522-4079758
واٹس ایپ نمبر: whatsapp No. +91 8174 94 4326

ای میل: e-mail: monthlyalfurqanlko@gmail.com

دفتر کے اوقات صبح ۱۰ بجے سے ۱ بجکر ۳۰ منٹ بعد ظہر ۵ بجکر ۳۰ منٹ تک۔
اتوار کو آفس بند رہتا ہے۔۔۔۔

خلیل الرحمٰن سجاد کے لئے پرنٹر پبلیشر محمد حسان نعمانی نے کاکوری آفسٹ پریس کچہری روڈ لکھنؤ میں چھپوا کر دفتر الفرقان ۳۱/۱۱۴ نیا گاؤں مغربی لکھنؤ سے شائع کیا۔

نگاہِ اولیں

مدیر

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

رئیس الشہداء اسماعیل ھنیہ رحمۃ اللہ علیہ

زمانہ آج سے پہلے بھی بہتوں کو رو یا ہے، اور آج کے بعد بھی بہتوں کو روئے گا، الفرقان کے صفحات میں اپنے اپنے دور کی بہترین عبقری شخصیات، اور دنیائے انسانیت کو خیر باد کہنے والے سیکڑوں بڑے لوگوں کا تذکرہ ہو چکا ہے، لیکن شاید آج سے پہلے کسی شخصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے، غم اور خوشی کی متضاد کیفیت کا بیک وقت سامنا، لکھنے والے کو نہیں ہوا ہوگا، مگر آج شیخ اسماعیل ھنیہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے اور ان کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کا لاحقہ لگاتے ہوئے شدید غم اور یک گونہ خوشی کی ملی جلی کیفیت ہے، غم اس بات کا کہ ایک عظیم قائد رخصت ہو گیا، ایک محبوب ترین لیڈر ہمیں چھوڑ گیا، ایک جامع ترین رہبر مسجد اقصیٰ کی حفاظت و آزادی کی ذمہ داری اپنے بعد والوں کے سپرد کر کے مالک حقیقی سے جا ملا۔ اور خوشی اس لیے کہ جانے والے کی دیرینہ خواہش پوری ہوگئی، بچپن سے تادم واپسیں جو دعائیں اس نے مانگی تھیں، بالآخر قبول ہوگئیں، شوق شہادت میں مچلتی اور تڑپتی روح کو آخر آرام آ گیا، شیخ اسماعیل ھنیہ اللہ کے راستے میں شہید ہو کر اپنے قافلہ سالاروں سے جا ملے، شیخ احمد یاسینؒ نے بانہیں پھیلا کر اپنے محبوب شاگرد کا استقبال کیا ہوگا، شیخ عبدالعزیز رنتیسیؒ نے محبوب دوست کو مبارکباد دی ہوگی، جنت میں شہیدوں کی بستی میں چراغاں ہی چراغاں ہوگا، اور ہاں! سید الموجودات والکائنات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل بھی تو سجی ہوگی، سید الشہداء حمزہؓ بھی موجود ہوں گے، خاندان یاسرؓ ہوگا، عمرو بن الجموحؓ ہوں گے، مصعب بن عمیرؓ ہوں گے، انس بن نضرؓ ہوں گے اور اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے لاکھوں شہداء وہاں موجود ہوں گے، حور و غلماں کے ہونٹوں پر اھلاً و سھلاً مرحبا مرحبا کے ترانے ہوں گے اور جنت میں پرزور استقبال ہوا ہوگا۔ شیخ اسماعیل ھنیہ دنیا میں عظیم قائد و رہبر تھے، اللہ کی ذات سے قوی امید اور

یقین ہے کہ آخرت میں بھی ان کو رئیس الشہداء کا مقام عطا کیا گیا ہوگا۔

اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه، وأكرم نزله ووسع مدخله، واغسله بالماء والثلج والبرد، ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، وأبدله دارا خيرا من داره وأهلا خيرا من أهله، وزوجا خيرا من زوجه، وأدخله الجنة ونجه من النار،اللهم امطر عليه شآبيب الرحمة والمغفرة والرضوان واجعل قبره روضة من رياض الجنة.

اس ماہ کے الفرقان میں ایک اور موضوع پر تفصیلی گفتگو کرنے کا ارادہ تھا، بلکہ تیاری تقریباً مکمل ہو چکی تھی کہ یہ جانگداز اور الم انگیز حادثہ پیش آ گیا، اور ایران میں نئے صدر کی تقریب حلف برداری میں شرکت کے لیے گئے ہوئے شیخ اسماعیل ھنیہ کو ان کے ہوٹل میں ۳۱/ جولائی ۲۰۲۴ء کو شہید کر دیا گیا۔ اس حادثے کے بعد دل کسی طور پر مطمئن نہ ہوا کہ اس ماہ کے شمارے میں شیخ ھنیہ کے ذکر خیر کے علاوہ کوئی اور بھی گفتگو کی جائے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ پورا شمارہ ہی ان کے ذکر خیر کے لیے خاص کر دیا جائے، کچھ ان کی کہی جائے، کچھ ان کی سنی جائے؛ ان کا تذکرہ بھی ہو اور ان کے کچھ خطبات اور تقریروں کا ترجمہ بھی اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے، تاکہ براہ راست ہمارے قارئین ان کی فکری وسعتوں اور قائدانہ صلاحیتوں کا اندازہ کر سکیں، نیز یہ بھی واضح ہو کہ ایک ایسے قائد کو شہید کر کے اسرائیل نے کتنی بڑی جنگی غلطی اور حماقت کا ثبوت دیا، جو ہر وقت گفت وشنید، ثالثی اور مصالحت کے لیے تیار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حماس کے نئے سربراہ شیخ یحییٰ سنوار کی مدد فرمائے اور تحریک حماس کو کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے، بتایا جا رہا ہے کہ ان کی شخصیت اپنے پیش رو شیخ اسماعیل ھنیہ کے مقابلے میں سخت گیر ہے، وہ مصالحت کی ٹیبل پر پہلے پستول رکھتے ہیں پھر بات چیت شروع کرتے ہیں، اور شاید اب اسرائیل جیسے خودسر اور مغرور ملک کے لیے یہی طرز ضروری بھی ہو گیا ہے۔ بہت جلد اسرائیل کو پتا چل جائے گا کہ شیخ ھنیہ کو شہید کر کے اس نے کتنی بڑی اسٹریٹجک غلطی کی ہے--- بہر حال آیئے ہم اس عظیم قائد ورہبر اور بے مثال انسان کی شخصیت پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ۲۳ سالہ زندگی سے عالم انسانیت میں جو انقلاب آیا تھا، اس کی نظیر پوری تاریخ انسانیت پیش نہیں کر سکتی، یہ انقلاب صرف ایک سیاسی انقلاب نہیں تھا، یہ صرف ایک معاشی انقلاب بھی نہیں تھا، یہ ملکی اور قومی انقلاب بھی نہیں تھا، بلکہ یہ ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت انقلاب تھا، جس نے ایک نئی تہذیب وتمدن کی بنیاد

ڈالی، ایک خوبصورت اور مہذب ترین معاشرے کو وجود بخشا، سیاست کو اخلاقیات کی بلندی تک پہنچایا، معاشیات کو مضبوط و مستحکم کردیا، اور پورے عالم انسانیت میں امن وامان اور انصاف کا دور دورہ ہوگیا، وہ ایک سنہرا دور تھا جب اسلام کا طوطی بولتا تھا۔ پھر مسلمانوں کی شوکت پر زوال آیا، ان کی عظمت کے دن پرانے ہوگئے، اور دیکھتے ہی دیکھتے حالات یہاں تک پہنچ گئے کہ مسلمان دوسری قوموں کے لیے نوالۂ تر بن گئے۔ یہ صرف اس لیے ہوا کہ قرن اول میں مسلمان واقعی مسلمان تھے، وہ اسلام پر پورے طور پر عمل کررہے تھے، اس لیے ان کی شخصیت خود ان کے لیے بھی مفید تھی اور پوری انسانیت کے لیے بھی نفع بخش، چنانچہ رب تعالیٰ نے ان کو امامت عالم کا منصب سونپا ہوا تھا، پھر جب مسلمان مسلمان نہ رہے، انھوں نے پورے اسلام پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور ان کا وجود اقوام عالم کے لیے نفع بخش نہیں رہ گیا تو اللہ نے عالم کی امامت وقیادت ان کے ہاتھوں سے لے کر دوسروں کو سونپ دی --- اب اس آخری دور میں اللہ کے کچھ بندے پھر قرن اول کے مسلمانوں کی یاد تازہ کررہے ہیں، وہ مکمل اسلام پر عمل پیرا ہیں، وہ اسلام کے ہر شعبے کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں، صرف ظاہری شکل وشباہت کے بجائے وہ اندر سے حقیقی مسلمان ہیں، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کی روشنی میں اس بات کا کامل یقین ہے کہ ان جیالوں اور اسلام کے ان وفاداروں کے ذریعہ ہی اسلام کی عظمت وشوکت کے دن ایک بار پھر آنے والے ہیں۔ یہ فلسطینی مجاہدین کا وہ گروہ ہے جس کی تربیت عظیم مربی، مجدد ومجاہد شیخ احمد یاسینؒ نے کی تھی، اور غالباً جس کے بارے میں احادیث مبارکہ میں صاف وصریح پیشین گوئی کی گئی ہے:

لا تزالُ طائفةٌ من أمَّتي على الدِّين ظاهرين لعدوِّهم قاهرين لا يضرُّهم مَن خالفهم إلا ما أصابهم من لأواءٍ حتى يأتيَهم أمرُ اللهِ وهم كذلك قالوا وأين هم قال ببيتِ المقدسِ وأكنافِ بيتِ المَقدسِ (أحمد: ۲۲۳۲۰، المعجم الكبير للطبراني: ۷۶۴۳، مسند الشاميين: ۸۶۰)

"میری امت کا ایک گروہ برابر اپنے دشمن پر غالب اور اپنے دین پر ثابت قدم رہے گا، جو لوگ ان کی مخالفت کریں گے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا پائیں گے، سوائے تھوڑی بہت مصیبتوں کے جو ان پر آجائیں۔ یہاں تک کہ ان کے پاس خدا کا حکم آجائے؛ وہ اسی طرح رہیں گے۔ صحابہ نے پوچھا: وہ کہاں ہوں گے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیت المقدس اور اس کے آس پاس"

شیخ اسماعیل ھنیہ اسی طائفۂ منصورہ کے سربراہ اور قائد تھے، وہ بحیثیت مسلمان مکمل مسلمان تھے اور بحیثیت قائد بہترین قائد بھی: ایک مسلمان کے اندر بحیثیت مسلم جتنے اوصاف ہونے چاہیے، ان کی شخصیت میں جمع تھے، اور ایک قائد کی شخصیت میں جتنی قائدانہ صلاحیتیں ہونی چاہییں، ان کے اندر موجود تھیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ان کی تعزیت میں کیے جانے والے خطاب میں بالکل صحیح فرمایا ہے کہ:

"ان کی شخصیت میں مجھے ایک صحیح مسلمان قائد کے اوصاف نظر آئے"

اپنی معلومات کی حد تک یہ راقم گواہی دیتا ہے کہ وہ مکمل مسلمان بھی تھے اور بہترین قائد بھی۔ اور ان کی وہی تربیت ہوئی تھی جو کسی زمانے میں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی ہوتی تھی۔ آج کل عام طور پر یہ رواج ہے کہ جن لوگوں کو تحریکی اور اجتماعی کاموں سے مناسبت ہوتی ہے، جو لوگ سیاست و قیادت کے میدان میں اترتے ہیں، بھاگ دوڑ کرتے ہیں، اسفار کرتے ہیں، ان کو ذکر و مراقبہ، دعا و مناجات اور اعمالِ تصوف سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی، بلکہ بعض اوقات نماز با جماعت اور فرض نمازوں کے بھی لالے پڑے ہوتے ہیں، اور جن لوگوں کو ذکر و سلوک سے مناسبت ہوتی ہے وہ عام طور پر اپنی خانقاہوں سے نکل کر رسمِ شبیری ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اسی طرح مدارس میں پڑھنے پڑھانے والے طلبہ اور علماء کے لیے عام طور پر پورا دین مدرسوں کی چہار دیواری میں محدود ہوتا ہے، انھیں اپنے زمانے کی الجھنوں کو جاننے اور اسکول و کالج میں پڑھنے والے کروروں افراد کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے شبہات کا اسلامی شریعت و قانون کے مطابق جواب دینے اور ان کو مطمئن کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں، وہ جہاں ہیں وہیں مطمئن ہیں، دوسری طرف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے پڑھانے والوں کی اکثریت کے اندر کوئی طلب نہیں کہ وہ نماز روزے سے آگے بڑھ کر مکمل اسلام کو سمجھیں اور پورے اسلام پر عمل کریں۔

قرنِ اول کے مسلمان اور صحابہؓ جو کہ پورے اسلام پر عمل پیرا تھے، ان کے اوصاف میں ایک وصف بڑی خصوصیت کے ساتھ یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ بکاء باللیل و بسام بالنہار کہ ان کی راتیں خدا کے سامنے آنسو بہانے، ذکر و عبادت اور گریہ زاری میں گذرتی تھیں، ان کی راتوں اور آہ وزاریوں کو کوئی دیکھ لیتا تو اسے محسوس ہوتا کہ شاید ان سے زیادہ غمگین و متفکر دنیا میں اور کوئی نہیں، مگر دن میں ان کی یہ حالت ہوتی تھی کہ وہ ہنستے مسکراتے تھے، جس سے ملتے خندہ پیشانی سے پیش آتے، پورا معاشرہ خوش وخرم دکھائی دیتا۔ اسی طرح ان کے بارے میں لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ رھبان باللیل و فرسان بالنہار کہ آپ اگر ان کی راتوں کی عبادتوں کو دیکھ لیں تو ان کی یکسوئی اور انہماک دیکھ کر خیال ہو کہ شاید وہ تارک الدنیا راہب ہیں، جنہیں دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہیں ہے اور جب آپ دن میں میدانِ جنگ کے اندر انھیں شہسواری کرتے دیکھیں گے تو محسوس ہوگا کہ وہ اعلیٰ درجے کے جنگی ماہر اور بہترین شہسوار اور دنیا کے حالات سے پوری طرح واقف ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس وقت جس پہلو کی ضرورت ہوتی تھی، ان کے اندر سے نکل کر سامنے آجاتا تھا۔

شیخ حنفیہ جس جماعت کے قافلہ سالار تھے، اس دورِ انحطاط میں اللہ نے اس جماعت کے اندر یہ خوبیاں جمع

کردی ہیں، آپ ان کے نوجوانوں کو دیکھیں! ایک طرف وہ بہترین حافظ قرآن بھی ہیں دوسری طرف سائنس و ٹیکنالوجی کے اعلیٰ ماہر بھی، اور صرف حافظ قرآن نہیں، بچے بچے کو کلام اللہ کی آیتوں کا استحضار ہے، بات بات پر وہ قرآن کی کسی آیت کا حوالہ دیتے ہیں، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہیں، اور اس کے ساتھ وہ بے سروسامانی اور کم مائیگی کے عالم میں سرنگوں کے اندر راکٹ بنا رہے ہیں۔ آپ ان کی خواتین کو بھی دیکھیں! کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ ہمارے معاشرے میں برقعوں اور پردوں کے اس قدر اہتمام کے باوجود لڑکیوں کی عصمتیں محفوظ نہیں ہیں، مگر فلسطین وغزہ سے کبھی کوئی خبر دشمن میڈیا کے ذریعے بھی ابھی موصول نہیں ہوئی کہ کسی نوجوان لڑکی پر کسی مرد نے دست درازی کی ہو، یا کسی خاتون کو شہوت کا نشانہ بنایا گیا ہو۔ ایسا اس لیے ہے کہ اسلام کی حقیقت ان کے ظاہر سے آگے بڑھ کر ان کے باطن میں گھر کر گئی ہے، انھیں ایک مقصد زندگی مل گیا ہے؛ مسجد اقصیٰ کی حفاظت میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی پیش کر دینا ان جیالوں کی سب سے بڑی تمنا ہے، شوق شہادت میں ان کا دل مچل رہا ہے، اور جب یہ سب ہے تو پھر حقیر مقاصد اور تمناؤں کے لیے ان کے سینوں میں کوئی جگہ ہی نہیں ہے؛ نہ کوئی کسی پر نگاہ غلط ڈالتا ہے، نہ ان کے نوجوان پورے معاشرے سے آنکھ بند کر کے اپنے ذاتی کیریر کے پیچھے بھاگ رہے ہیں، نہ ان کے پڑھے لکھے لوگ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچ رہے ہیں، نہ گھروں میں اختلافات ہیں، نہ ان کے اندر قیادت حاصل کر لینے اور بڑا بن جانے کی ہوس ہے، وہ خوب سمجھتے ہیں کہ قیادت کانٹوں سے بھرا ذمہ داریوں کا ایک تاج ہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ ھنیہ جس جماعت کے قافلہ سالار تھے وہ مکمل اسلام پر عمل کرنے والی ایک جماعت ہے؛ چند ظاہری اعمال اور رسوم و رواج کو انہوں نے اسلام سمجھ لینے کی غلطی نہیں کی ہے۔

پھر یہ تو بات من جملہ پورے گروہ کی ہوئی، خود رئیس الشہداء شیخ اسماعیل ھنیہؒ کی شخصیت پر بھی نظر ڈالنی چاہیے، آپ کو ان کی شخصیت میں ایک مکمل مسلمان اور ایک بہترین قائد نظر آئے گا، ایک طرف ان کی شخصیت میں یہ پہلو تھا کہ اکثر روزے رکھا کرتے، نفلی روزوں کا اہتمام کیا کرتے، راتوں کو جاگ کر اور اللہ کے سامنے نماز میں کھڑے ہو کر گذارتے، عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے، حافظ قرآن تھے، بہترین تجوید، خوش الحانی اور حضوری قلب کے ساتھ کلام اللہ کی تلاوت کرتے تھے اور دوسری طرف ان کا دن ایسا مصروف تھا کہ وہ حماس کے سیاسی بیورو چیف ہونے کی حیثیت سے ایک قائد کی تمام ذمے داریاں ادا کرتے، جہاد فلسطین کی سربراہی کرتے، دنیا بھر کے لیڈروں سے ملاقاتیں کرتے، دشمنوں سے مصالحانہ گفتگو کے لیے ہمیشہ تیار رہتے، ثالثی کرنے والے ممالک کا خیر مقدم کرتے اور ساتھ ہی اپنے قول و عمل سے اپنی قوم کے اندر بھرپور ہمت و حوصلہ

اور جذبۂ شہادت کی روح پھونکنے کا کام بھی جاری رکھتے۔ اور اس پوری مصروفیت کے ساتھ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سجی رہتی، نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو، ہر کسی سے اخلاق ومحبت اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، تواضع ایسی کہ بین الاقوامی تعلقات پر گہری نظر رکھنے والے صحافی ادھم ابوسلمہ نے ان کی وفات کے بعد ان کے بارے میں لکھا کہ:

> ۲۰۰۶ء میں وزیر اعظم منتخب ہو جانے کے بعد دنیا نے ان کو اس حال میں بھی دیکھا ہے کہ وہ رف کراسنگ پر فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور یہ وہ شخص ہے جس نے تمام بین الاقوامی پیشکشوں کو مسترد کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ شیخ اسماعیل ھنیہ ایک بہترین مسلمان بھی تھے اور بہترین قائد بھی، مناسب ہوگا کہ ہم ان کی ابتدائی زندگی اور ان کے سوانحی خاکے پر بھی ایک نظر ڈالیں تاکہ معلوم ہو کہ ان کی شخصیت سازی میں کن عوامل کو بڑا دخل رہا ہے۔

اسماعیل بن عبد السلام بن احمد ھنیہ بروز بدھ ۱۵/ ذی الحجہ ۱۳۸۲ھ ہجری بمطابق ۸/ مئی ۱۹۶۳ء کو غزہ شہر کے ''الشاطئ'' نامی مہاجر کیمپ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدین نے نکبہ کے بعد شہر عسقلان کے جورہ گاؤں سے ہجرت کر کے غزہ میں پناہ لی تھی۔ نکبہ فلسطین کی تاریخ کا وہ المناک دن ہے جب ۱۵/ مئی ۱۹۴۸ء کو قتل عام کر کے یہودی غاصبین نے فلسطینی مسلمانوں کو ان کے گھروں اور شہروں سے نکالا تھا، یوم النکبہ تاریخ کا وہ سیاہ دن ہے جس دن فلسطینی سرزمین پر غاصبانہ اور ناجائز قبضہ کر کے ریاست اسرائیل کے قیام کا اعلان کیا گیا، اور ۵۵ فیصد زمین یہودی ریاست کے لیے اور محض ۴۴ فیصد زمین فلسطینی مسلمانوں کو دینے کا ظالمانہ فیصلہ کیا گیا تھا، اس وقت سینکڑوں فلسطینی قصبوں اور دیہاتوں کو تباہ وبرباد کیا گیا، بدترین قتل عام ہوا، تاریخی مقامات کے عربی ناموں کو عبرانی ناموں سے تبدیل کیا گیا، لاکھوں مظلوموں، بے کسوں اور نہتے فلسطینیوں کو بے گھر کیا گیا، معتبر اطلاعات کے مطابق سات لاکھ ۵۰ ہزار فلسطینی مظلوموں کو بے گھر کیا گیا جو اس علاقے میں فلسطینی عرب آبادی کا تقریباً ۸۰ فیصد حصہ ہیں، اور جب ان لوگوں نے سماجی یا معاشی وجوہات کی بنا پر اپنے وطن فلسطین دوبارہ لوٹنے کا ارادہ کیا تو ۲۷۰۰ سے پانچ ہزار تک فلسطینی مظلوموں کو انسان نما اسرائیلی بھیڑیوں نے گولیوں سے بھون دیا، آج ان ہجرت کرنے والے فلسطینیوں کی اولاد کی تعداد ملینوں تک پہنچی ہوئی ہے، جن میں سے دو ملین اردن میں، چار لاکھ ۲۷ ہزار لبنان میں، چار لاکھ ستر ہزار سات سو سیریا میں، سات لاکھ اٹھائیس ہزار ویسٹ بینک میں، اور 1.1 ملین غزہ میں آباد ہیں۔ آج بھی ان کے بوڑھوں کے گلے میں اپنے پرانے گھروں کی چابیاں لٹکی ہوتی ہیں اور وہ نسل در نسل اسے اپنی اولاد کو وہ چابیاں دیتے ہیں، اس یقین کے ساتھ کہ ایک نہ ایک دن ہم اپنے گھروں کو واپس

جائیں گے، غاصب یہودیوں سے اپنے علاقے اور مسجد اقصیٰ کو آزاد کرائیں گے۔

شیخ اسماعیل ھنیہ کے والد عبدالسلام ھنیہ بھی ۱۹۴۸ء کے اسی نکبہ کے دوران غزہ کے خیموں میں آکر پناہ گزیں ہوئے تھے، یہیں ۱۹۶۳ء میں اسماعیل ھنیہ کی پیدائش ہوئی تھی، ان کے والد عبدالسلام تصوف وسلوک سے وابستہ ایک عمر دراز شیخ طریقت تھے، جب انھیں اپنے بیٹے کی ولادت کی خبر ملی تو بے اختیار ان کی زبان سے وہی دعا نکلی جو حضرت ابراہیمؑ نے بڑھاپے میں بیٹے کی نعمت سے سرفراز کیے جانے پر پڑھی تھی: الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسماعیل ''تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے ہیں جس نے بڑھاپے میں اسماعیل کی دولت سے سرفراز فرمایا'' اور اسی مناسبت سے ان کا نام اسماعیل رکھ دیا گیا۔ شیخ اسماعیل کے والد اپنے محلے کی مسجد میں مؤذن تھے، چنانچہ ۶ سال کی عمر سے ہی انہوں نے اپنے والد کے ساتھ نماز فجر سے بہت پہلے مسجد جانا شروع کردیا۔ یہیں انہوں نے مسجد کے امام شیخ موسیٰ غبل سے حفظ قرآن شروع کیا۔ ابھی وہ چند سال ہی کے تھے اور پرائمری اسکول کی تعلیم شروع ہوئی تھی کہ ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے غزہ پر بھی قبضہ کرلیا، فوجی کارروائیاں اور جنگ وہاں بھی شروع ہوگئی۔ آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ ایک بچہ جو ہر طرف بہتے خون اور چاروں طرف چلتی گولیوں کے بیچ پروان چڑھ رہا ہو اور اس کو اپنے گھر اور استاذوں کے ذریعہ بہترین تربیتی ماحول بھی مل رہا ہو، اس کے بڑوں نے بہت بچپن سے ارض فلسطین کی واپسی کا خواب اسے دکھایا ہو، جہاد کی تمنا اور شہادت کی طلب اس کے دل میں پیدا کی ہو، اس کا دل خوف و بزدلی سے کس قدر دور ہوگا، اور تقوے کے نور اور ایمان و عزیمت کی چاشنی نے کس طرح معصوم دل میں گھر کرلیا ہوگا، یہی وہ بنیاد ہے جس نے شیخ ھنیہ کی شخصیت میں جامعیت پیدا کی، بچپن سے ان کو وہ ماحول ملا جس نے ان میں قائدانہ صلاحیتیں بیدار کیں اور پھر وہ اس لائن میں آگے بڑھتے ہی چلے گئے اور ان کی زندگی میں وہ تمام مراحل ایک کے بعد ایک آتے گئے جن کی کسی قائد کی تربیت میں ضرورت ہوتی ہے۔ ۱۹۷۶ء میں اسماعیل ھنیہ نے جامعہ ازہر کی شاخ معہد فلسطینی میں داخلہ لیا، چار سال وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب وہ واپس آئے تو امام مسجد شیخ موسیٰ نے جمعہ کی خطابت کا منبر ان کے لیے پیش کردیا، اس وقت ان کی عمر صرف ۱۵ سال تھی۔ اسماعیل ھنیہ کی شخصیت کو مزید نکھرنے کا موقع تب ملا جب شیخ احمد یاسینؒ کی نظر محبت ان پر پڑی، شیخ احمد یاسین بھی اسی کیمپ میں قیام پذیر تھے جس میں اسماعیل ھنیہ کا خاندان رہتا تھا، چنانچہ ایک طرف تو ان کو شیخ احمد یاسین کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو دیکھنے اور ان میں شرکت کا موقع ملا، دوسری طرف دینداری اور اسلامی اخلاق و اوصاف بھی ان کے اندر بستے چلے گئے۔

۱۹۸۱ء میں اسماعیل ھنیہ جامعہ اسلامیہ غزہ میں داخل ہوئے، یہ یونیورسٹی گویا تحریکات کا مرکز تھی، الاخوان

المسلمون کی محنتیں بھی زور وشور پر تھیں، اسی دور میں تحریک حماس کے اندر آگے چل قائدانہ کردار ادا کرنے والے ابھرتے ہوئے نوجوانوں یحیٰی السنوار اور محمد الضیف سے ان کی دوستی ہوئی، اور وہ پوری طرح تحریکی امور میں لگ گئے، یہاں تک کہ آگے بڑھتے ہوئے ۱۹۸۴ء میں ان کی قائدانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر انھیں اسٹوڈنٹ کونسل کا صدر مقرر کردیا گیا، اسی اسٹوڈنٹ کونسل نے آگے جاکر تحریک حماس کی شکل اختیار کی تھی۔

اس کے بعد ان کی زندگی میں سنت یوسفی ادا کرنے کا وقت بھی آیا، ان کی تحریکی سرگرمیوں کی وجہ سے کئی بار ان کو اسرائیل کی قید میں رہنا پڑا، ۱۹۸۹ء میں اسرائیلی حکام نے ان کو تین سال کے لیے قید وبند کی صعوبتوں میں ڈالا اور اس کے بعد فلسطین-لبنان سرحد پر جلاوطن کردیا، جہاں ۱۹۹۲ء کا پورا سال انہوں نے جلاوطنی میں گذارا۔ قید وبند کی صعوبتوں اور جلاوطنی کی زندگی نے ان کی قائدانہ صلاحیتوں اور اوصاف میں مزید نکھار پیدا کردیا، چنانچہ جلاوطنی کے بعد جب وہ غزہ واپس آئے تو ان کو غزہ یونیورسٹی کا ڈین مقرر کردیا گیا۔ اس کے بعد انھیں ۱۹۹۷ء میں تحریک حماس کے بانی شیخ احمد یاسین کے دفتر کا انچارج بنایا گیا، اور اس طرح وہ تحریک حماس میں اپنی قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ آگے بڑھتے چلے گئے۔

۲۰۰۶ء میں ان کو فلسطین کا وزیر اعظم نامزد کیا گیا، لیکن اگلے ہی سال فلسطینی نیشنل اتھارٹی کے صدر محمود عباس نے تحریک حماس کے عسکری ونگ عزالدین القسام کا کنٹرول سنبھالنے کے بعد انھیں برطرف کردیا، چونکہ یہ فیصلہ غیر آئینی تھا اس لیے شیخ ھنیہ نے اس کو مسترد کردیا اور خاص غزہ پٹی میں اپنی حکومت بنالی جس کے وہ ۲۰۱۴ء تک وزیر اعظم رہے۔ ۲۰۱۷ء میں خالد مشعل کی جگہ حماس کے سیاسی بیورو چیف کے طور پر ان کا انتخاب ہوا اور وہ اپنی شہادت تک اس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

ان کے عہدوں اور منصبوں کی مختصر سی وضاحت اس لیے پیش کی گئی ہے کہ ہمارے قارئین سمجھ سکیں کہ جو شخصیت ہمارے درمیان سے رخصت ہوئی ہے وہ کس قدر جامع الکمالات اور پائے کی تھی، اگرچہ ان دنیاوی مناصب کی خود ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہ تھی، اور وہ انھیں قبول کرنے سے ہمیشہ گریز کیا کرتے تھے۔

اب آئیے ایک نظر ہم اس پر بھی ڈال لیں کہ وہ اپنے خاندان والوں کی نظر میں کیسے تھے، کیونکہ کسی بھی فرد کی اصل حقیقت سے سب سے زیادہ واقف خاندان والے ہی ہوتے ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہم ان کا تعارف ان کے گھر والوں کی زبانی بھی سنیں، کہ ترجمانی کا حق وہی ادا کرسکتے ہیں۔ سب سے پہلے میں ان کے بڑے صاحبزادے عبدالسلام ھنیہ کے خیالات کا خلاصہ پیش کرتا ہوں، بہت طویل انٹرویو میں انہوں نے اپنے والد محترم کی جامع ترین شخصیت کا تعارف کرایا ہے، تلخیص اور اختصار کے ساتھ وہ تعارف یہاں پیش کیا جاتا ہے:

''میرے والد میرے دادا کے ساتھ روزانہ فجر کی نماز پڑھنے جایا کرتے تھے، ان کے لیے ساتھ میں چراغ لے کر چلتے تھے، میرے والد نے دادا سے تعلیم حاصل کی اور امام مسجد شیخ موسیٰ سے بھی، شیخ موسیٰ غبلی نے میرے والد کی ایمانی شخصیت کی تشکیل میں سب سے زیادہ اثر ڈالا، انہوں نے صرف 15 سال کی عمر میں مسجد میں خطبہ دینا شروع کر دیا تھا، ان کی شخصیت نہ صرف دینی شخصیت تھی، نہ صرف تحریکی، نہ صرف جہادی، نہ صرف کھیلوں کی شخصیت، نہ صرف انسانی شخصیت، بلکہ یہ تمام پہلو میرے والد میں جمع تھے اور یہی راز تھا کہ وہ سب کے نزدیک محبوب تھے۔

انہوں نے اپنی تلاوت کا معمول شہادت کے دن تک ترک نہیں کیا، میرے والد تہجد کا کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے چاہے وہ اسرائیلی جیل میں ہوں اور تفتیش کی غرض سے انہیں گرفتار کیا گیا ہو، ایک مرتبہ انہیں تفتیش کی غرض سے کرسی سے باندھ دیا گیا تھا مگر اس حالت میں بھی انہوں نے قیام اللیل ترک نہیں کی، چاہے وہ اجتماعات وغیرہ میں کتنے ہی مشغول ہوں کم از کم دو رکعت ہی پڑھ لیتے، ناغہ نہیں کرتے تھے۔ ان کا قرآن سے بہت گہرا تعلق تھا، اس لیے وہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے یہاں ایک لاکھ حفاظ ہونے چاہیے اس لیے کہ قرآن کے ذریعے ہی ہم فلسطین کو آزاد کرا سکتے ہیں حافظ قرآن بڑی بڑی جنگوں کی قیادت کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ طوفان الاقصیٰ کے اکثر فوجی اور نوجوان مجاہد کتاب اللہ کے حافظ ہیں، ہماری معلومات کے مطابق آج غزہ کے ہر گھر میں ایک حافظ قرآن موجود ہے۔

شیخ احمد یاسین ہمارے علاقے سے تعلق رکھتے تھے، ان سے قرابتی تعلق بھی تھا، پھر جب انہوں نے ہجرت کی تو شاطی کیمپ میں ہجرت کی جہاں ہم رہتے تھے، اس طرح ہم ان کے پڑوسی بھی ہو گئے۔ ۶۰-۷۰ کی دہائیوں میں شیخ کی زیادہ تر سرگرمیاں مسجد ہی میں ہوتی تھیں جبکہ والد صاحب کا ان کے ساتھ تعلق ان کے حلقۂ درس کے واسطے سے ہو چکا تھا، بچپن ہی میں شیخ سے ان کا تعلق قائم ہو گیا تھا، ۷۰ کی دہائی میں تمام اہم اسلامی شعبوں کی ذمہ داری انجام دینے والے افراد جو رہ عسقلان سے تعلق رکھنے والے تھے، مثلاً شیخ احمد یاسین، مفتی شیخ محمد موسیٰ، دکتور محمد صیام ابو محمود، شیخ دکتور بحر ابو اکرم، شیخ سعید صیام وغیرہم۔

تحریک حماس اسلامی بیداری کا نام ہے جس کا آغاز شیخ احمد یاسین کے ہاتھوں شاطی کیمپ سے ہوا پھر بعد میں وہ پھیلتی چلی گئی، شیخ ابو موسیٰ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب ۶۹ء میں تعلیم کے حصول کے لیے جا رہا تھا تو میں نے شیخ احمد یاسین سے پوچھا کہ میں کیا پڑھوں انہوں نے ارشاد فرمایا **ملٹری کالج میں تعلیم حاصل کرو**، میرے والد کا تعلق شیخ سے مسجد، خاندان اور کیمپ ہر سطح پر تھا، شیخ احمد یاسین بہت ہنس مکھ اور سادہ مزاج کے آدمی تھے، وہ اکثر ہمارے گھر میں آرام کرتے تھے، بلکہ سیاسی ونگ کی بہت سی میٹنگز ہمارے ہی گھر پر ہوتی تھیں، وہ میرے والد کی سنجیدگی و متانت اور تربیت کو دیکھ کر بہت خوش تھے، اسی وجہ سے شیخ نے ان کو اپنے آفس کا ذمہ دار بنایا تھا، شیخ یاسین کی شہادت کی خبر ایسے ہی اچانک آئی تھی جیسے ہمارے والد کی خبر، ہمیں اس کا بالکل اندازہ نہیں تھا، میں نے ہی اپنے والد کو شیخ کی شہادت کی خبر سنائی تھی، خبر سنتے ہی والد

بے تحاشہ رونے لگے، شیخ کا تعلق ہمارے والد کے ساتھ باپ اور بیٹے جیسا تھا اور ہم لوگوں کے ساتھ شیخ کا تعلق ایسا تھا گویا ہم ان کی حقیقی اولاد ہوں۔

میرے والد کی شخصیت اتنی ہمہ جہت تھی کہ ہر شخص یہ کہتا تھا کہ جہاں ابوالعبد ہوں، وہاں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ان کی دو امتیازی خصوصیات تھیں؛ ایک یہ کہ وہ بہت ذہین تھے، دوسرے یہ کہ وہ دوررس نگاہ رکھنے والے شخص تھے۔ ۲۰۰۶ء کے انتخابات میں کامیابی ملنے کے بعد میرے والد کے سامنے دو باتیں تھیں، ایک یہ کہ مکمل طور پر اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے، دوسرا یہ کہ ایک ایسی طاقت کھڑی کی جائے جو اس حکومت کی حفاظت کرے۔شیخ احمد یاسین نے ۲۰۰۰ء میں ''المجیش الشعبی'' نام سے اس کی بنیاد رکھی تھی جو بعد میں ''کتائب'' میں منتقل ہو گیا، پھر یہی آگے چل کر حکومت کی قوت نافذہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔کیونکہ جب آپ حکومت میں ہوں تو آپ کو تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک بروقت مناسب فیصلے لینے والی قیادت، دوسرے قوت نافذہ اور تیسرے معیشت۔

میرے والد ہمیشہ اللہ کے فیصلے کے سامنے جھک جایا کرتے تھے، ان کے پیش نظر ایک ہی بات رہتی تھی، وہ یہ کہ امت کو اور فلسطینی قوم کو فلسطین کی بنیاد پر متحد کیا جائے اور قضیۂ فلسطین سب سے اوپر آجائے۔اس راہ میں لوگوں نے ان پر بہت تنقیدیں بھی کیں، برا بھلا بھی کہا، لیکن وہ کہتے تھے کہ میں فلسطین اور قدس کی خاطر ہر چیز برداشت کرنے کو تیار ہوں، اور الحمد للہ آخر وہ اس مقصد میں کامیاب ہو گئے اور اس امت کو متحد کر گئے؛ آٹھ ملین (۸۰ لاکھ) لوگوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، تہران سے لے کر دوحہ تک حکومتی اور قومی سطح پر ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی، پانچ براعظموں میں کروروں لوگوں نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ان سب چیزوں کا راز ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ میرے والد اپنے مقصد میں مخلص اور سچے تھے، کہیں ان کا ذاتی مفاد پیش نظر نہیں تھا، ان کے سامنے بہت سی پیشکشیں کی گئیں، امریکی صدر کے سابق مشیر ''کوشنیز'' نے صدی کی ڈیل کے سلسلے میں ثالثوں کے ذریعے پیشکش کی تھی کہ ڈیل مان لی جائے تو غزہ میں ایک مستقل حکومت قائم کر دی جائے گی اور غزہ پر ملینز آف ڈالر خرچ کیے جائیں گے، مگر میرے والد نے کہا کہ ''ہمارے ہاتھ شل ہو جائیں گے اگر ہم کسی ایسے کاغذ پر دستخط کریں جو غزہ کو فلسطین سے جدا کرتا ہو''۔

میرے والد کی زبان سے نہ پبلک میں نہ کسی نجی مجلس میں اپنے مدمقابل یا برا سلوک کرنے والے کے حق میں کبھی کوئی نازیبا بات نہیں نکلی، ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ میں یہ کام اللہ کے لیے کر رہا ہوں، نہ حکومت مقصود ہے، نہ کسی عہدے کا حصول۔آج کون ہے دنیا میں جس نے اسماعیل ہنیہ کا نام نہ سنا ہو؟ یہ اللہ سے تعلق اور قلب اور تربیت کی پاکیزگی کا نتیجہ ہے کہ وہ امت مسلمہ کا ایک آئیکن بن گئے۔

اپنے بچپن سے لے کر اعلیٰ عہدے پر پہنچنے تک پناہ گزینوں کا مسئلہ انہوں نے اپنے کاندھوں پر اٹھائے رکھا، وزیر اعظم بننے کے باوجود کیمپ کی رہائش کو ترک کرنے سے انکار کر دیا تھا، میری والدہ گھر کے تمام معاملات میں بہت مہارت رکھتی ہیں، اس کے باوجود کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں والد

صاحب کا رویہ یہ تھا کہ مرتے دم تک کسی دن انہوں نے کسی خاص کھانے کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ گھر میں جو پکا ہوتا، وہ کھا لیتے۔ میری یادداشت کے مطابق میرے بچپن سے لے کر ان کی شہادت تک ان کا ناشتہ تھوڑا سا پیلا پنیر اور خوبانی ہوتی تھی، اگر وہ نہ ہوتی تو ایک ابلا ہوا انڈا، دو کھیرے اور ایک یا دو گاجر۔

میرے والدین کے درمیان تعلق کی گہرائی اور حسن تعامل بھی ناقابل بیان تھا۔ آخری دنوں اور مہینوں میں میری والدہ والد صاحب سے بالکل جدا نہیں ہوئیں، وہ کہتی تھیں کہ آپ اگر سفر کریں گے تو میں بھی آپ کے ساتھ سفر کروں گی، جب تک آپ زندہ ہیں، میں بھی زندہ رہوں گی، وہ اپنی چارپائی کھڑکی کے پاس بچھاتی تھیں؛ یہ کہہ کر کہ اگر بمباری ہوئی تو مجھ پر ہوگی تم اور تمہارے والد بچ جائیں گے، جب تک انہیں نیند نہیں آتی وہ استغفار کرتی رہتیں، شہادت سے دو ہفتے قبل میری والدہ والد سے کہہ رہی تھیں کہ میں آپ کے قدم بقدم چل رہی ہوں، اگر آپ شہید ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ شہید ہو جاؤں گی۔ والد صاحب کہنے لگے جب میں شہید ہو جاؤں تو تم بچوں کے پاس ٹھہرنا، ان کا خیال رکھنا تو انہوں نے جواب دیا کہ بچے بڑے ہو گئے ہیں، سب کی شادی ہو چکی ہے، تین بچے شہید ہو چکے ہیں، عبدالسلام ٹھیک ہے، ہمام بھی ٹھیک ہے، عابد بھی ٹھیک ہے اور لڑکیاں سب اپنے شوہر کے گھر ہیں، گویا ان کے درمیان محبت و شفقت کا عجیب تعلق تھا، میرے والد والدہ کے ساتھ بچوں کے سامنے بھی چھیڑ چھاڑ اور ہنسی مذاق کیا کرتے تھے، ان کی شہادت کے وقت والدہ کے ہمت و حوصلے نے ہم سب کے قدم جما دیے اور ہمارے اندر بھی اس غم کو جھیلنے کی ہمت پیدا کر دی۔

اِس آخری عید الفطر کی رات والد صاحب پوری رات نہیں سوئے، تہجد کی دو رکعت ادا کیں، پہلی رکعت میں الم نشرح اور دوسری رکعت میں سورۃ عصر پڑھی، عید کے دن ملاقات کے دوران میں نے ان سے دریافت کیا کہ رات کیسی گزری؟ تو فرمایا: پوری جنگ کے دوران میری زندگی کی سب سے سخت ترین رات کل کی رات تھی، اس لیے کہ اس وقت اہل غزہ کی صورتحال اور اس کے مناظر میری آنکھوں میں گھوم رہے تھے؛ لوگ خیموں میں ہیں، پناہ گزیں ہیں، گھروں کے اندر شہادتیں ہو رہی ہیں، جبکہ غزہ میں عید کے دن خوشی اور سرور کا ماحول ہوا کرتا تھا، محاصرے کے باوجود بھی غزہ کے اندر وہ خوشی ہوتی تھی، جو دوسرے علاقوں میں رہتے ہوئے محسوس نہیں کی جا سکتی۔

ان کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ اتنے شفیق تھے کہ ان کے دل میں بھلے ہی آنسوؤں کا سیلاب امنڈ رہا ہو، مگر وہ آپ کو اس کا احساس تک نہیں ہونے دیتے، جب وہ کسی غمزدہ کی ویڈیو دیکھتے تو اس کو ایسے تسلی دینے لگتے جیسے وہ سامنے موجود ہو۔ ان کو کسی کی دلداری کر کے بہت خوشی ہوتی تھی، ان کی تمنا تھی کہ اگر ان کے پاس بہت سارا مال ہوتا تو وہ سب اپنی قوم پر خرچ کر دیتے، خرچ کرنا ان کی عادت تھی، دروازہ کھٹکھٹانے والا کوئی فقیر واپس نہیں جاتا تھا اور ہمیں بھی اس کی تعلیم دیتے تھے کہ تم سے جو ہو سکے وہ مدد کرو، پڑوسیوں کو تو وہ اپنے گھر کا ایک حصہ سمجھتے تھے، اپنے اساتذہ کا بہت خیال رکھتے تھے۔

جب ہمارے والد وزیر اعظم بنے تو ہم بیٹوں کو مخاطب کر کے انہوں فرمایا کہ وزیر اعظم کا عہدہ اب تمہارے

گھر میں آگیا ہے، لوگ تمہارے منصب کی وجہ سے اپنی ضرورتیں تمہارے پاس لیکر آئیں گے، لہٰذا تم عہدہ ملنے سے پہلے جیسے تھے ویسے ہی عہدہ ملنے کے بعد بھی رہنا اور یہ نہ بھولنا تم شاطئ کیمپ کے رہنے والے، اسماعیل ھنیہ کے بیٹے اور مسجد غربی کے باشندے ہو۔ اس میدان میں کسی کا کام کرنے کے لیے رشوت لینا میرے نزدیک سرخ لکیر ہے، لہٰذا بغیر کسی عوض کے لوگوں کی خدمت کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہم پر اس راستہ میں بہت سے حملے ہوں گے، جسمانی بھی اور نفسیاتی بھی، مگر ہم نے اپنی عزتِ نفس کو خدا کے حوالہ کر دیا ہے، وہ اس سلسلہ میں ہمیشہ حضور ﷺ کو اسوہ بناتے تھے کہ ان کے ساتھ بھی واقعہ افک پیش آیا، انہیں بھی اپنے قبیلہ والوں کی طرف سے دھتکارا گیا، طائف میں سخت ترین تکلیفیں پہنچائی گئیں، ساحر اور مجنون کہا گیا۔ وہ ہم سے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق بنا کر لوگوں کی خدمت میں لگے رہنا، ہم اب بھی کیمپوں والی زندگی گزاریں گے اور ہمارے اندر صرف وہی تبدیلیاں آئیں گی جو وقت گزرنے کے ساتھ ایک عام انسان میں آتی ہیں۔

انہوں نے اپنے دورِ حکومت میں اپنی اولاد میں سے کسی کو کوئی سرکاری نوکری نہیں دی، جبکہ یاسر عرفات کے زمانہ میں میرے پاس سرکاری نوکری تھی، جب میرے والد نے ذمہ داری سنبھالی تو انہوں نے دس سال تک کے لیے مجھ سے یہ نوکری لے لی۔ ہمام کے پاس بھی کوئی سرکاری نوکری نہیں تھی وہ تحریک کے دفتر میں ابا کے ساتھ کام کرتا تھا۔ معاذ میونسپل ملازم تھے، میں نے ہی ان کو وہاں رکھوایا تھا۔ بھائی عابد وکیل تھے اور انشورنس کمپنی میں جاب کرتے تھے۔ بھائی حازم رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے موبائل کی کمپنی میں لگوایا تھا۔ کسی کے پاس بھی کوئی ایسا عہدہ نہیں تھا جس کا تعلق وزیر اعظم کے منصب سے ہو۔

ہم لوگوں نے اپنے والد کی شہادت کی خبر کے لیے اپنے کو پہلے سے تیار کر رکھا تھا، لیکن اصل صدمہ شہادت کی جگہ اور وقت کا ہوا۔ ہم ۲۰۰۱ء سے اپنے والد کی شہادت کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے۔ لیکن ہمیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ کہیں باہر اور اتنی آسانی سے ان کی شہادت ہوگی۔ آخری دو تین مہینوں میں حالات بہت تیزی سے بدلنا شروع ہو گئے تھے۔ شہادت سے دو ہفتے پہلے ایک واقعہ پیش آیا اور وہ یہ کہ یمن کی جانب سے ایک ڈرون نے تل ابیب پر بمباری کی تو ہمیں اندازہ ہو گیا کہ اس کے جواب میں والد صاحب کی شہادت ہوگی، میں نے اس سلسلے میں والد صاحب سے بات بھی کی، میں اس وقت ترکی میں علاج کی غرض سے موجود تھا۔ وہ کہنے لگے کہ بیٹا اب ۶۲ سال عمر ہو چکی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بڑی بیماری کی وجہ سے موت آجائے، میں شہادت کی موت مرنا چاہتا ہوں۔ اس کے ایک دو دن بعد میں نے اپنے بعض دوستوں سے کہا بھی کہ میرے والد عنقریب شہید ہونے والے ہیں، اس لیے کہ اسرائیل اس کا جواب دینے والا ہے۔ صبح کے چھ بجے تھے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ والد صاحب کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں، میں نے جواب دیا وہ شہید ہوئے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

جائے شہادت پر وسیم ابو شعبان والد صاحب کے ساتھ تھے، وہ بہترین رفیق تھے اور ان کا والد صاحب کے ساتھ قرآن کا تعلق تھا، وہ روزانہ والد صاحب کو قرآن سناتے تھے، وسیم سراپا قرآن تھے، انہیں اس بات کا

افسوس رہتا تھا کہ وہ غزہ میں نہیں ہیں اور ان کے تمام ساتھی شہید ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کمرہ سے دور جہاں بمباری ہوئی ہمارے دو ساتھی اور تھے، وسیم نے ان دونوں کے لیے وہاں چائے بنائی، تو ان میں سے ایک نے وسیم کی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا کہ کتنا خوبصورت نوجوان ہے، تو دوسرے نے کہا کہ اگر وسیم غزہ میں ہوتا تو اب تک شہید ہو چکا ہوتا، اس پر وسیم کہنے لگا کہ جی! اس کے چھوٹنے کا بڑا افسوس ہے، تو دوسرے ساتھی نے جواب دیا کہ نہیں! ہم غزہ ضرور جائیں گے اور اس کی تعمیر نو کریں گے۔ پھر وسیم اپنا قرآن مجید لیکر وہاں چلے گئے جہاں وہ کمرہ کی حفاظت کے لیے بیٹھا کرتے تھے، اور جیسے ہی وہ بیٹھے بمباری ہوئی اور انہوں نے جام شہادت نوش کر لیا، اس حال میں کہ قرآن مجید ان کے ہاتھ میں کھلا ہوا تھا۔ وسیم اپنے محبوب قائد اور ہمارے والد کے ساتھ شہادت کا پورا استحقاق رکھتے تھے۔ ان کے ایک ساتھ رہنے کی وجہ صرف اور صرف قرآن، تسبیح، استغفار اور قیام اللیل تھی؛ وسیم ایک اللہ والا آدمی تھا، اس کی بات ہی کچھ اور تھی۔

اللہ اللہ! یہ کون لوگ ہیں؟ اور ایمان ویقین کے کس مقام پر ہیں؟ اور ان کے دلوں میں شہادت کی کیسی طلب ہے؟ اس روئداد میں سے اگر چند نام حذف کر دیے جائیں اور پھر آپ کے سامنے الفرقان کے یہ صفحات پیش کر دیے جائیں تو آپ یقین کے ساتھ یہی کہیں گے کہ یہ کسی قدیم لائبریری کی پرانی کتاب کے چند صفحات ہیں، جن میں خیر القرون کے کسی خاندان کا ذکر خیر ہوا ہے، یہ ہمارے دور کے واقعات نہیں ہو سکتے۔ قسم بخدا یہ ہمارے ہی دور کے تازہ ترین واقعات ہیں، اس پوری قوم کی تربیت ہی اسی انداز میں ہوئی ہے، جس انداز میں کبھی قرون اولی کے مسلمانوں کی ہوا کرتی تھی۔ اللہ اس ایمان کا کوئی ذرہ ہم دور افتادوں کو بھی نصیب فرمادے۔

شیخ اسماعیل ھنیہؒ کے صاحبزادے عبد السلام ھنیہ کی اس گواہی کے بعد اب ان کی بہو محترمہ ایناس عبد السلام ھنیہ زوجہ شہید حازم اسماعیل ھنیہ کے ایک انٹرویو سے کچھ اقتباس پیش کرتا ہوں، جو الجزیرہ پر نشر ہوا تھا:

اینکر: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایناس! اللہ تعالیٰ بے حساب آپ کو اجر عطا فرمائے، آپ شہید کی بیوی اور شہید کی ماں ہیں، اور اب آپ کے چچا اسماعیل ھنیہ بھی شہادت کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اس پر آپ کا پیغام اور تبصرہ کیا ہے؟

ایناس: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں آپ کو اور آپ کے ناظرین کو خوش آمدید کہتی ہوں، سب سے پہلے تو میں اپنے گھر والوں، محبین، امت مسلمہ اور دنیا کے تمام حریت پسند افراد سے ہمارے محبوب قائد و مربی، تحریک حماس کے سیاسی بیورو چیف کی شہادت پر تعزیت کرتی ہوں، یہ ایک بہت غیر معمولی واقعہ ہے اور اسماعیل ھنیہ جیسے دور اندیش قائد اور پہاڑوں جیسا ایمان رکھنے والے شخص سے امت کا محروم ہو جانا امت کا عظیم خسارہ ہے، لیکن یہ ایک ایسا سفر ہے جس کا آغاز اسماعیل ھنیہ نے بذات خود بچپن میں کیا تھا۔ شروع ہی سے وہ مجاہدانہ اور بہادرانہ صفات کے حامل تھے، اور اب اس طویل سفر کے بعد وہ اپنے سے پہلے کے

بہادروں اور اپنی قوم کے افراد کے راستے پر چلتے ہوئے، شہیدوں کے قافلے میں شامل ہو چکے ہیں، اور ان کا پاکیزہ خون بھی غزہ و فلسطین کے ان شہیدوں کے خون کے ساتھ مل گیا جو اپنے مقدسات اور مسجد اقصیٰ کے دفاع میں مسلسل جام شہادت نوش کر رہے ہیں، میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور ان کو اعلیٰ علیین میں انبیاء، صدیقین اور اپنے شہید بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ جمع فرمائے جو ان سے پہلے وہاں پہنچ چکے ہیں۔

اینکر: اسماعیل ھنیہ کے ساتھ گذرے ہوئے جو خوش کن لمحات آپ کو یاد ہوں، وہ ذکر کیجیے!

ایناس: چچا کے ساتھ گذرے ہوئے تمام ہی لمحات یادگار اور خوش کن ہیں، لیکن میں اِس وقت اس واقعہ کا ذکر کرتی ہوں، جب میرے شوہر، میرے بیٹوں اور چچا اسماعیل ھنیہ کے بیٹوں نے جام شہادت نوش کیا۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب انھیں اپنے بیٹوں اور پوتوں کی شہادت کی خبر موصول ہوئی تو انہوں نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ آسانی فرمائے، اس کے بعد جب میں نے ان سے بات کی تو ہم ایسے بات کر رہے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے، جب کہ یہ ایک بہت بڑی آزمائش تھی، انہوں نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے شہیدوں کی ماں! تم پر ہزاروں سلامتی ہوں! تو میں نے ان سے کہا اے شہیدوں کے باپ اور دادا! آپ پر ہزاروں سلامتی ہوں۔ یہ کہتے ہوئے ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ہم ہمیشہ ایک دوسرے سے جڑے رہتے تھے۔ وہ بعض اوقات بڑی عجیب وغریب باتیں کیا کرتے تھے، وہ مجھ سے ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں نے قرآن مجید کی آیت يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارۡجِعِىۡۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرۡضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادۡخُلِىۡ فِىۡ عِبٰدِىۡ ﴿۲۹﴾ وَادۡخُلِىۡ جَنَّتِىۡ ﴿۳۰﴾ کی تفسیر پڑھی ہے، اور مجھے مکمل شرح صدر ہے کہ یہ دنیا میرے رہنے کی جگہ نہیں ہے، میں تو بس دنیا کی سیر کے لیے آیا ہوں، عنقریب جنت کی طرف لوٹ کر واپس چلا جاؤں گا۔ وہ اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے...

اینکر: اس وقت بھی آپ کے چہرے پر مسکراہٹ سجی ہوئی ہے جبکہ لاکھوں لوگ اسماعیل ھنیہ کی شہادت پر غمزدہ اور رنجیدہ ہیں، اس مسکراہٹ کا راز کیا ہے؟

ایناس: بہت اچھا، میں آپ کے سامنے اس کی وضاحت کرتی ہوں: وہ یہ کہ جب آپ امتحان دے رہے ہوں اور آپ نے محنت سے پڑھائی بھی کی ہو تو آپ راحت کی سانس لیتے ہیں اور اپنے لکھے ہوئے جوابات سے خوش ہوتے ہیں، اس لیے کہ آپ کو اپنی کامیابی کا یقین ہے، تو جب ہم نے اور ابو العبد اسماعیل ھنیہ نے سفر کا آغاز کیا تو انہیں اس انجام کا یقین تھا، یہ شہادت اسی کا نتیجہ ہے اور اس سے حقیقی ایمان والے خوش ہوتے ہیں۔ یہ خوشی کا موقع ہے نہ کہ تعزیت کا..... قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فَرِحِيۡنَ بِمَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ۙ وَيَسۡتَبۡشِرُوۡنَ بِالَّذِيۡنَ لَمۡ يَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ مِّنۡ خَلۡفِهِمۡ ۙ اَلَّا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾ کیا یہ عقل میں آنے والی بات ہے کہ اسماعیل ھنیہ تو خوش ہوں مگر ہم ان

کی خوشی پر خوشی نہ منائیں! اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ان کی جدائیگی ہمارے لیے آسان ہے، کیونکہ وہ بہت غیر معمولی انسان تھے، بہت سے بڑے لوگ چلے جاتے ہیں مگر ان کی یادیں تاحیات باقی رہتی ہیں، اور وہ خود بھی باقی رہتے ہیں: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾ وہ ہمیں چھوڑ کر اپنے ان بھائیوں سے جا ملے جو ان سے پہلے سفر کی منزل تک پہنچ چکے ہیں۔ کتنی ہی خوشی کی بات ہے کہ انسان کی زندگی کا اختتام شہادت کے ذریعہ ہو۔ ابوالعبد اسماعیل ھنیہ کی زندگی کا اختتام اس عالی مقام و مرتبے اور اس عزت و شرف کے ساتھ ہونا کسی افسوس اور غم کی بات نہیں ہے۔

اینکر: یہ کہا جاتا ہے کہ اسماعیل ھنیہ شہادت کی امید کرتے تھے، بلکہ زیادہ صحیح لفظوں میں وہ اس کے منتظر تھے، کیا آپ ہمیں اس سلسلے میں مزید بتائیں گی؟

ایناس: ان کے بیٹوں کی شہادت سے لے کر خود اپنی شہادت تک وہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ یہ دنیاوی زندگی چند دن کی ہے، یہ کوئی حقیقی زندگی نہیں ہے، اگر آپ نے یہ مقصد طے نہیں کیا کہ اللہ کے راستے میں جان دینا ہے تو اس زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے، وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ یہ زندگی ایک دن ختم ہونے والی ہے، لہٰذا تم غم نہ کرو۔ عنقریب ان سے ملاقات ہوگی۔ بہت سے لوگوں نے ان سے کہا کہ تہران مت جائیں، ابھی کچھ وقت اپنے مقام پر رہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں! میں جاؤں گا، ہوسکتا ہے کہ اس میٹنگ کے سبب اہل غزہ پر آنے والے مصائب اور آلام چھٹ جائیں یا ان کے خون کی حفاظت کی کوئی صورت نکل آئے....

اینکر: ابھی آپ غزہ کی صورتحال کے بارے میں بتا رہی تھیں اور چونکہ آپ کا خاندان بھی غزہ میں مقیم ہے اور وہ بھی ان حالات کا سامنا کر رہا ہے۔ تو یہاں ایک سوال ہے، اگرچہ موقع محل کے مناسب نہیں ہے، لیکن گزشتہ کچھ دنوں میں چہ مگوئیاں کی گئیں کہ اسماعیل ھنیہ کا خاندان ہوٹلوں میں مزے کی زندگی گزار رہا ہے، جبکہ فلسطینی قوم سخت حالات و مصائب سے دوچار ہے۔ آپ شہید کی بیوی اور شہید کی ماں ہیں، آپ کے چچا بھی اب شہید ہو گئے ہیں، آپ اس سوال کا جواب کیسے دیں گی؟

ایناس: جی! ان کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہم محلات میں رہتے ہیں، اس لیے کہ دنیا میں سب سے خوبصورت محل کا نام غزہ ہے۔ جو لوگ ہم پر الزامات لگاتے ہیں کہ ہم محلات میں رہتے ہیں، میں ان سے کہنا چاہتی ہوں کہ ہم اس وقت جنت کے محلات میں اپنی جگہ بنا رہے ہیں اور جن پر وہ تہمت لگاتے تھے، وہ اس وقت ایسے باغوں میں ہیں جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے۔ اس لیے انہیں جو کہنا ہے وہ کہتے رہیں! ہمارے شہداء کا خون ہمارے اس الزام اور تہمت سے بری ہونے کے لیے بہت کافی ہے۔ یہ بڑی سخت تکلیف دہ گواہی ہے جو دشمن اور دوست کو قائل کرنے کے لیے دینی پڑ رہی ہے، لیکن یہ چیزیں اتنی اہمیت نہیں رکھتیں، نہ ہی یہ ہمارے مشن میں رکاوٹ بن سکتی ہیں، اس طرح کے واقعات سے ہمارے عزم و حوصلے کو اور طاقت ملتی ہے۔ تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہ اعزاز بخشا کہ میرے شوہر، ان کے بھائی، میری بیٹیاں، میرے دیور کی بیٹیاں، اسماعیل ھنیہ کے پوتے اور ان سے

پہلے ڈاکٹر روی اور صحافی جمال کے پوتے شمالی غزہ میں خاص طور پر کیمپوں میں شہید ہوئے۔ یہ ایک برأت ہے جو اس مشن میں آگے بڑھنے والے اور آگے رہنے والے ہر انسان کی پیشانی پر نقش ہے، تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس مقام و مرتبے سے نوازا ہے۔ یقیناً اس وقت ہم باغوں اور جنتوں میں رہتے ہیں۔

اینکر: آپ کے اور اسماعیل ھنیہ کے خاندان کے بہت سے افراد شہید ہوئے ہیں، تو اس جنگ میں آپ کے خاندان کے شہیدوں کی تعداد کتنی ہے؟

ایناس: مجھے اس کی حتمی تعداد کا علم نہیں، البتہ احتمال کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ core family (بالکل قریبی رشتہ داروں) میں سے تقریباً ۴۰ لوگ شہید ہوئے ہیں، پھر ہمارے محبوب قائد، سروں کے تاج، اسماعیل ھنیہ کی شہادت نے اس قافلے میں چار چاند لگا دیے ہیں اور عمومی طور پر پورے خاندان میں تین چار سو کے قریب شہید ہوئے ہیں اور اس سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ ہر منٹ پر غزہ کا جو فرد بھی شہید ہو رہا ہے درحقیقت وہ میرے خاندان ہی کا ایک فرد ہے، جو بچہ اپنی جان دے رہا ہے وہ میرا بچہ ہے اور میں اور میرا خاندان وہی بات کہہ رہا ہے جو اسماعیل ھنیہ نے کہی تھی کہ ہمارے بچوں کے خون کی قیمت غزہ کے بچوں کے خون کی قیمت سے زیادہ نہیں ہے۔ ہم اس جہاد کے راستے میں اور اپنی زمینوں اور مقدسات کی حفاظت کے لیے ابھی مزید بیٹوں کو پیش کریں گے۔ انشاء اللہ......

اللہ اکبر! ایمان و یقین کی وہ کون سی کیفیت ہوگی جس نے اللہ کے ان بندوں کے دلوں پر طمانینت و سکینت کی بارش نازل کر رکھی ہے،۔ موت کا خوف تو کیا ہوتا، اللہ سے ملاقات اور شہادت کی طلب اور اس کے حصول پر ایسی خوشی ہے جو کسی نو بیاہی دلہن کو بھی نہ ہو۔ اور ساتھ ہی دلوں میں اتنی وسعت ہے کہ ساتھ چھوڑ دینے والوں، الزام لگانے والوں اور تنقید کرنے والوں کے لیے بھی کوئی حرف ملامت نہیں ہے۔ اسی طرح کا ایک اور اہم ترین انٹرویو ان کی سگی بہن سعدیہ ھنیہ کا بھی ہے، اس انٹرویو سے بھی کچھ اہم سوالات اور جوابات ہم اپنے قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں:

اینکر: ہمارے لیے بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں اپنے یہاں اسماعیل ھنیہ کی سگی بہن، سعدیہ ھنیہ کی میزبانی اور ان کا استقبال کر رہا ہوں۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ہم آپ سے، ھنیہ خاندان سے اور پوری فلسطینی قوم سے تعزیت کرتے ہیں، آپ نے معزز و مکرم بھائی اسماعیل ھنیہ کی شہادت کی خبر کو کیسے سنا؟ اور آپ کا اس پر کار دعمل کیا تھا؟

سعدیہ ھنیہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم، تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے جس نے اسلام کے ذریعے ہمیں قوت بخشی اور ہمارے ذریعے اسلام کو، سلامتی و رحمت ہو اس کے پیغمبر ﷺ پر۔

اللہ تعالی ہمارا خون، ہماری اولادیں اور مال اس وقت تک نہیں لیتا جب تک وہ ہم سے راضی نہ ہو

جائے۔ درحقیقت اسماعیل کے پیش نظر اخروی زندگی ہی تھی، وہ بڑا زاہد شخص تھا، ان کی شہادت کی خبر ہمارے اوپر بجلی بن کر گری، اس لیے کہ وہ (تہران میں) تنہا تھے اور ہم میں سے کوئی ان کے ساتھ نہیں تھا، وہ فلسطینی قوم کے لیے اور اس وطن اور مسجد اقصیٰ کو آزاد کرانے کے لیے مسلسل کوشاں رہتے تھے، انہوں نے پوری زندگی جہاد میں اور اسرائیل کے قید خانوں میں گزار دی، ان کی شہادت سے صرف ہم گھر والے ہی غمگین اور رنجیدہ نہیں ہیں بلکہ پوری فلسطینی قوم اور پوری امت مسلمہ بھی اپنے دل میں اس غم کو محسوس کر رہی ہے۔

اینکر: اگر آپ کو اس سلسلے میں کچھ کہنے کا موقع ملے کہ کیا آپ عرب قوموں اور حکومتوں کو قصوروار مانتی ہیں، تو آپ کیا کہیں گی؟

سعدیہ ھنیہ: اس جنگ کے آغاز سے ہی کئی مرتبہ میڈیا پر ہم اپنا موقف پیش کر چکے ہیں، اس جنگ میں کئی ہزار لوگ اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کر چکے ہیں، لاکھوں زخمی حالت میں ہیں، کروروں افراد بے گھر ہیں، اس سلسلے میں ہمارا موقف اور رویہ جسے اسماعیل ھنیہ خود بھی اپنی ملاقاتوں اور تقریروں میں بیان کر چکے ہیں، یہ ہے کہ ہم عربوں کو اور پوری امت مسلمہ کو آواز دیتے ہیں کہ وہ ہماری جس طریقے سے ہوسکے مدد کریں اور ہمارے شانہ بشانہ کھڑے رہیں، کم از کم وہ اگر ہمارے حق میں کوئی کلمۂ خیر کہہ سکتے ہیں تو اس سے گریز نہ کریں، ہمارا ان کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ہم نے ہر عربی مسلمان کو جو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے ایسے پایا کہ وہ جنگ بندی کے بارے میں بات کرتا ہے اور اس کی تائید وحمایت کرتا ہے اور وہ بے گناہ اور معصوم لوگوں کے خون بہانے کی مذمت کرتا ہے۔

ساتھ ہی ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہمارا لشکر، ہماری تحریک، ہماری مزاحمت، ہمارے ہتھیار، محمد الضیف یحییٰ السنوار الحمدللہ سب بخیر وعافیت ہیں، اب اسماعیل ھنیہ کی شہادت کے نتیجے میں اگر اللہ نے چاہا تو بہت جلد فلسطین اور مسجد اقصیٰ کی آزادی کا سورج طلوع ہوگا۔

اینکر: جب اسماعیل ھنیہ کو اپنے بیٹوں اور پوتوں کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے فرمایا: اللہ یسھل علیھم (اللہ ان کے لیے آسانی مقدر فرمائے) اور آج جب خود اسماعیل ھنیہ کی شہادت کی خبر آپ کو ملی تو آپ کا کیا کہنا ہے، بحیثیت ایک بہن کے جو اپنے حقیقی بھائی کی روح سے مخاطب ہے جسے اپنے گھر سے دور اجنبی جگہ میں شہید کر دیا گیا۔

سعدیہ ھنیہ: ابوالعبد کے اوصاف کریمانہ اور خصائل حمیدہ ناقابل بیان ہیں، میرے دل میں ان کے لیے جو جذبہ محبت ہے، اسے بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، وہ آٹھ بہنوں میں اکلوتا بھائی تھا، وہ اتنا شفیق تھا کہ ہماری فکروں کو خود اوڑھ لیتا تھا، ہمارے اور ہماری اولادوں کے بوجھ کو اٹھاتا تھا، وہ اپنی قوم، اپنے وطن، اپنے شہر اور اپنے پڑوسی کا غم اپنے سینے میں لیے پھرتا تھا، ہر کوئی اس کی شہادت پر آنسو بہا رہا ہے، یہاں تک کہ وہ زمین بھی جس پر وہ چلتا تھا، آج اس کی جدائیگی پر اشک بار ہے۔

اینکر: بعض لوگ اس قسم کا پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ اسماعیل ھنیہ اپنی اولاد اور غزہ والوں کو موت کے منہ میں ڈال کر خود ہوٹلوں میں اور ایئر کنڈیشن کمروں میں زندگی گزار رہا ہے، آج آپ ان لوگوں کو کیا پیغام دیں گی؟

سعدیہ ھنیہ: میں ان سے کہوں گی کہ یہ ابوالعبد کے بارے میں ان کا حسد ہے جس کا اظہار ہو رہا ہے، ابوالعبد ایک غیرت مند شخص تھا، وہ حسن اخلاق کا حامل اور شستہ زبان رکھنے والا انسان تھا، ٹیلی ویژن پر اس کی دو گھنٹے کی تقریر موجود ہے، وہ ایک لفظ کاغذ میں دیکھ کر نہیں کہتا تھا بلکہ جو کچھ کہتا تھا وہ اس کے جذبات اور احساسات کی ترجمانی ہوتی تھی، اس کے اس دل کی عکاسی ہوتی تھی جو پوری امت کے لیے دھڑکتا تھا۔ میں ان لوگوں سے جو آج امریکہ و اسرائیل کے نظریے پر چل رہے ہیں، کہوں گی کہ کل کو ان کا ٹھکانہ جہنم میں بھی امریکہ و اسرائیل کے ساتھ ہی ہونے والا ہے۔

اینکر: آج فلسطین نے اپنے ایک قائد اور سابق وزیر اعظم کو کھویا ہے، جبکہ آپ نے اکلوتے بھائی کو کھویا ہے، میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ تمام خارجی حیثیتوں سے قطع نظر کر کے صرف یہ بتائیں کہ وہ اپنے خاندان والوں کے درمیان بحیثیت انسان کیسے رہتے تھے؟

سعدیہ ھنیہ: جیسا کہ آپ نے کہا وہ اپنی قوم کی آنکھوں کے تارے تھے اور میں بھی یہی کہوں گی کہ وہ اپنی قوم کی آنکھوں کے تارے تھے، اپنے کارناموں کی وجہ سے انہوں نے مردہ دلوں کو زندہ کرنے کا کام کیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے پوری دنیا میں تحریک اسلامی کو کھڑا کر دیا، پوری دنیا میں حماس کی گونج سنائی دینے لگی ہے۔ اور میں کہوں گی کہ بحیثیت انسان بھی ان کا رویہ ہمارے ساتھ بڑا غیر معمولی تھا، وہ ہمارے ساتھ بہت شفقت کا معاملہ کرتے تھے، جب بھی وہ سفر پر ہوتے تو واپسی پر اپنے بچوں سے کہتے کہ اپنی پھوپھی کو بلا لو، ہم دوپہر کا کھانا ساتھ کھائیں گے، خدا کی قسم ان کے سوا (خدا کے بعد) ہمارا کوئی اور نہیں تھا۔ جب ہم ان کو کسی کام کے لیے پکارتے تو وہ فوراً لبیک کہتے، اگر کوئی بیمار ہوتا تو وہ اس کی تیمارداری اور مزاج پرسی کرتے، اگر کسی کی شادی کے موقع پر کوئی ضرورت ہوتی تو وہ اس کے کام آتے، اگر کسی کے ہاں موت ہو جاتی تو اس کی تعزیت کرتے، پڑوسی کا خیال رکھتے، چھوٹے بچوں کی انگلی پکڑ کر راستے پر چلتے؛ ان کی حیثیت پورے خاندان میں ایک مضبوط ستون کی تھی۔

اینکر: بنجامن نتن یاہو اور اسرائیلی وزیر دفاع کو آپ کیا پیغام دیں گی جو کہ اسماعیل ھنیہ کے قتل کے اصل محرک مانے جاتے ہیں، حالانکہ اب تک انہوں نے اس قسم کا کوئی اعلان نہیں کیا ہے۔

سعدیہ ھنیہ: ھنیہ خاندان اس کی پرزور مذمت کرتا ہے، نتن یاہو انتہائی گھٹیا درجے کا آدمی ہے، اسے انسانوں کی جان کی قیمت و اہمیت کا احساس نہیں ہے، وہ نفسیاتی مریض ہے اور ہم عنقریب اس کا علاج کریں گے۔ اس کی فوج کو مار مار کر پاگل بنا دیں گے یا انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیں گے۔

اینکر: اسماعیل ھنیہ کہا کرتے تھے کہ علم جہاد کبھی بھی سرنگوں نہیں ہوگا، آج لوگ آپ سے اور خاندان

ھنیہ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے اتنے بچے شہید ہوگئے، اتنے پوتے شہید ہوگئے، تو آپ کیا کہتی ہیں؟

سعدیہ ھنیہ: علم جہاد انشاء اللہ سر بلند رہے گا، جب شیخ احمد یاسین شہید ہوئے تو لوگوں نے شور مچایا کہ تحریک ختم ہوگئی، جبکہ ایک احمد یاسین کے بدلے ہزاروں احمد یاسین پیدا ہوگئے، پھر عبدالعزیز رنتیسی شہید ہوئے تو لوگوں نے کہا اب تحریک ختم ہوگئی، مگر ان کی جگہ کئی افراد کھڑے ہوگئے، اب اسماعیل ھنیہ نے جام شہادت نوش کیا ہے تو پھر وہ پروپیگنڈا کرنے لگے کہ ہم نے تحریک کا قلع قمع کر دیا ہے، حالانکہ ان کی جگہ ابو ابراہیم نے اور ان کے علاوہ لوگوں نے لے لی ہے، تحریک حماس زندہ ہے اور زندہ رہے گی، اگر اس کا ایک قائد جاتا ہے تو اس کے پیچھے ہزاروں قائد نمودار ہو جاتے ہیں، یہ مشن نہیں رکے گا انشاء اللہ۔ ہمیں ابوالعبد کا راستہ اچھے سے معلوم ہے، ہم اس علم کو اٹھائیں گے، اگر ایک ہاتھ کٹ جائے گا تو دوسرے ہاتھ سے اٹھائیں گے انشاء اللہ...

سچی بات تو یہ ہے کہ ان اقتباسات کو لکھتے ہوئے بھی لکھنے والے کی انگلیاں کانپ رہی ہیں کہ یا اللہ! اگر ایمان اسی کیفیت کا نام ہے تو ہمارے دلوں کو تو ابھی اس کی ہوا بھی نہیں لگی ہے۔ یہ کوئی قصے کہانیاں نہیں ہیں، اور نہ ہی پچھلوں کے واقعات ہیں کہ ہم اور آپ یہ کہتے ہوئے ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو جائیں کہ یہ تو پرانی باتیں ہیں، اس دور میں یہ سب کہاں ممکن؟؟ ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! اللہ نے ہمیں اپنے اسی دور میں دکھا دیا ہے کہ مؤمنین صادقین ایسے ہوتے ہیں اور ایمان کی حلاوت ایسی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پاکیزہ نفوس کی پاکیزہ زندگیوں سے کچھ سبق حاصل کرنے اور اپنے ایمان کو کامل و مکمل کر لینے کی توفیق عطا فرمادے، انہوں نے تو اپنے حصہ کا کام کر دیا اور ان کے بعد آنے والی ان کی قوم باقی بچا کھچا کام کرنے کو تیار بیٹھی ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا، اسے سچا کر دکھایا، پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کر دیا، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں (کہ کب انھیں اللہ کی راہ میں شہید ہونے کا موقع ملے گا)، اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔

اس لیے یقین ہے کہ آج نہیں تو کل یہ محنتیں رنگ لانے والی ہیں، مسجد اقصیٰ سے ظالم و غاصب یہودیوں کے قدم اکھڑنے والے ہیں اور بہت جلد دنیا سے ظلم کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم کس طرف کھڑے ہوں گے؟ کیا ہم صرف غفلت کے ساتھ اپنی زندگیوں میں لگے رہیں گے؟ کیا ہم صرف تماشائی بنے رہیں گے؟ یاد رکھیں کہ جب حالات فیصلہ کن ہو جائیں اس وقت کوئی تماشائی بن کر نہیں رہ سکتا، ہر شخص کو اپنے بارے میں فیصلہ کرنا ہوگا کہ یا تو وہ مکمل اسلام پر عمل کر کے اہل جنت کے راستے پر چل کھڑا ہو، یا صرف تماشا دیکھے اور پھر

آخر کار ظلم کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائے، اس وقت اس کا ٹھکانہ بھی ان ظالموں ہی کے ساتھ ہوگا۔ اللہ ہمیں اس بدترین انجام سے بچالے اور ہمیں اصحاب الیمین میں شامل فرمادے۔ آمین

❁❁❁

صفحہ ۲۸ کا بقیہ حصہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (سعادت کی زندگی شہادت کی موت)

وہ تو انشاء اللہ جنت کے اعلیٰ مقام میں اللہ کی رحمت سے پہنچ گئے ہیں، وہ مرے نہیں ہیں وہ زندہ ہیں، قرآن کریم فرماتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ

جو اللہ کے راستے میں شہید ہوگئے، ان کو مردہ مت سمجھو، وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں، اور ان کو اللہ کی طرف سے رزق دیا جا رہا ہے

یہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے، ایک جگہ نہیں! قرآن کریم میں دو جگہ یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے۔ وہ زندۂ جاوید ہو گئے ہیں۔ سعید ہوں گی وہ روحیں جو ان کے نقش قدم پر چل کر اس جہاد میں حصہ لینے کے ہر ممکن طریقے کو استعمال کر کے، اس عظیم جہاد کا ساتھ دیں گی؛ زبان سے، قلم سے، مالی امداد سے، دعاؤں سے ان کی امداد کریں، یہ ہم سب کا فریضہ ہے کہ جس مشن کے لیے اسماعیل ھنیہ نے اپنی جان دی وہ مشن مردہ نہیں ہونا چاہیے، وہ مشن اور وہ تحریک اور زیادہ قوت کے ساتھ آگے بڑھنی چاہیے۔ ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ اس میں اپنا حصہ ڈالے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆☆☆

الفرقان کی ملکیت و دیگر تفصیلات کے متعلق اعلان

(مطابق فارم ۴ دیکھئے قاعدہ نمبر ۸)

مقامِ اشاعت	پرنٹر و پبلشر کا نام و پتہ قومیت	ایڈیٹر کا نام و پتہ، قومیت	ملکیت
لکھنؤ	محمد حسان نعمانی، (۳۱، نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ) ہندوستانی	خلیل الرحمٰن سجاد، (۳۱، نیا گاؤں مغربی، لکھنؤ) ہندوستانی	خلیل الرحمٰن سجاد (پروپرائٹر)

میں محمد حسان نعمانی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین میں بالکل صحیح ہیں۔

دستخط: محمد حسان نعمانی

خطاب: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

ترتیب وپیش کش: محمد سجود العزیز قاسمی

سعادت کی زندگی شہادت کی موت

[شیخ اسماعیل ھنیہ ؒ کی شہادت کے دو روز بعد بروز جمعہ جامع مسجد دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے یہ تعزیتی خطاب کیا تھا، جسے قارئین کی خدمت میں ترتیب وتزیین کے بعد پیش کیا جارہا ہے۔۔۔۔مرتب]

خطبۂ مسنونہ کے بعد

آج اس وقت جو ہم نماز جمعہ کے لیے یہاں جمع ہیں، ٹھیک اسی وقت قطر کے دار الحکومت دوحہ میں نماز جمعہ کا خطبہ ہورہا ہے اور نماز جمعہ کے بعد وہاں تحریک حماس کے سربراہ اور عظیم قائد اسماعیل ھنیہ ؒ کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، آپ سب کو علم ہوچکا ہے کہ پرسوں ایران میں اسماعیل ھنیہ کو، جو تحریک حماس کے سربراہ بھی تھے اور اس کے سیاسی بازو کی کمان بھی سنبھالے ہوئے تھے، انتہائی بزدلانہ، دہشت گردانہ اور مجنونانہ حملہ کرکے شہید کردیا گیا۔ اسماعیل ھنیہ ؒ کا قتل ایک شخص کا قتل نہیں، اور یہ حملہ صرف ان کی ذات پر نہیں بلکہ پورے عالم اسلام اور امت مسلمہ پر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ توفیق عطا فرمائی تھی کہ وہ وسائل اور ساز وسامان سے قطع نظر کرکے اللہ کی رضا کی خاطر اسرائیل کے خلاف جہاد کا عَلَم لے کر کھڑے ہوئے تھے، اب دس مہینے ہونے والے ہیں کہ مسلسل اللہ کے فضل وکرم سے فلسطین کے جانباز بہادری، شجاعت، جاں نثاری اور فداکاری کی ایسی تاریخ اپنے خون سے لکھ رہے ہیں، جس کی انسانیت کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی اور جو ہمیشہ یادگار رہے گی۔

اسماعیل ھنیہ ؒ جن کی کنیت ابو العبد ہے، حافظ قرآن تھے، اور غزہ کے علاقے میں انہوں نے قرآن کریم کی ترویج واشاعت کے لیے ایسا نظام بنایا تھا کہ وہاں بچہ بچہ حافظ ہورہا ہے۔ میری بذات خود ان سے ملاقات ہوئی، میں ان سے ملنے کے لیے دوحہ گیا، ان کی شخصیت میں مجھے ایک صحیح مسلمان قائد کے اوصاف نظر آئے، ایک طرف وہ متدین انسان تھے، حافظ قرآن تھے اور قرآن کریم کی تلاوت جس بہترین اور اعلیٰ تجوید کے ساتھ کرتے تھے، اور امامت بھی کرتے تھے؛ وہ غیر معمولی تھا، ان کے والد ایک مسجد میں مؤذن تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ میرے بچپن سے

میرے والد مجھے نماز فجر سے پہلے بیدار کر کے اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے، فجر کی اذان کے لیے، انہوں نے میری دینی تربیت اس انداز سے کی کہ الحمد للہ اسلام میری رگ و پے میں سما گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑی خدمات لیں اور حماس کی جدوجہد اور اس جہاد میں جو دس مہینے سے فلسطین میں جاری ہے، اللہ نے ان سے قیادت کروائی، ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی شخص کی ذات میں جوش اور ہوش دونوں کا حسین امتزاج ہو۔ بعض اوقات لوگوں پر جوش غالب آجاتا ہے، وہ صرف جذباتی ہو جاتے ہیں اور فکر و تدبر اور عقل سے کام کم لیتے ہیں اور بسا اوقات ایسے لوگ ہوتے ہیں جو صرف فکری اور نظریاتی بحثوں میں الجھے رہتے ہیں، اور جب عمل کا وقت آتا ہے تو ان کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، میں نے اسماعیل ھنیہؒ کی ذات میں جوش اور تدبر؛ دونوں کا ایسا حسین امتزاج دیکھا جو بہت کم لوگوں میں دیکھنے کو ملتا ہے۔

ان کو ایران میں شہید کیا گیا، ایران بظاہر وہ واحد ملک ہے جو حماس کی سرکاری سطح پر حمایت کر رہا ہے اور اس کو تھوڑی بہت امداد بھی دے رہا ہے، اور کوئی ملک سرکاری سطح پر حماس کا حامی نہیں ہے، نہ کوئی مؤثر امداد جہاد کے سلسلے میں کوئی فراہم کر رہا ہے، ایران واحد ملک تھا جس نے بہر حال زبانی طور پر اور تھوڑی بہت عملی طور پر مالی امداد فراہم کی ہے، لیکن یہ عجیب معمہ ہے کہ اسماعیل ھنیہ عرصۂ دراز سے دوحہ میں مقیم ہیں، مختلف ملکوں میں آتے جاتے ہیں؛ ترکی گئے، روس گئے، مصر گئے اور مستقل طور پر دوحہ میں مقیم رہے، لیکن ایران ہی میں ان کو دردناک قتل کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ کیا کوئی اتفاق ہے؟ اس میں ایک ایسا معمہ ہے کہ جس کوئی توجیہ سمجھ میں نہیں آرہی، وہ یہ کہ اس قسم کا کوئی عالمی حادثہ ہوتا ہے تو اس کی پوری تفصیلات میڈیا کے ذریعے ساری دنیا میں پھیل جاتی ہیں۔ دکھایا جاتا ہے کہ کہاں وہ شہید ہوئے، دکھایا جاتا ہے کہ جس جگہ وہ شہید ہوئے وہاں کیا تباہی مچی....

کہا جا رہا ہے کہ guided missile کے ذریعہ ان کو شہید کیا گیا، وہ عمارت کے اندر مقیم تھے، اگر guided missile آ کر عمارت پر گرا تو ظاہر ہے کہ وہ صرف ایک دو آدمیوں کو ہلاک نہیں کرے گا، عمارت کو بھی نقصان پہنچائے گا، لیکن یہ عجیب و غریب معمہ ہے کہ وہ guided missile جاتا ہے اور صرف اسماعیل ھنیہ اور ان کے گارڈ کو شہید کرتا ہے۔ نہ اس عمارت کی تصویر آرہی ہے کہ اس کا کیا بنا، نہ یہ تفصیل سامنے آرہی ہے کہ اور کیا نقصان ہوا، خبر صرف یہ ہے کہ اسماعیل ھنیہ اور ان کے محافظ شہید ہو گئے، آخر کیوں ایسا ہوا؟

نیویارک ٹائمز کی خبر یہ ہے کہ جس جگہ اسماعیل ھنیہؒ مقیم تھے، اس جگہ دو ماہ پہلے سے بم رکھا ہوا تھا، وہ کیسے رکھا گیا تھا؟ اور اگر یہ خبر صحیح ہے تو میزبان ان کو وہاں ٹھہرانے سے پہلے ان تفتیشی اداروں کو کیوں حرکت میں نہیں لائے جو ایسی جگہوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

یہ متضاد قسم کی باتیں سامنے آرہی ہیں کہ بم رکھا ہوا تھا یا guided missile سے حملہ ہوا، اور ان متضاد باتوں کی وضاحت کرنا ایرانی حکومت کا فرض تھا کہ وہ تفصیلات سامنے لائے کہ حقیقت کیا ہے؟ وہ صرف وہیں کیوں شہید ہوئے؟ اور کیا ان کو تنہا چھوڑا ہوا تھا کہ صرف ان کے محافظین ہی موجود تھے؟ اور جو حفاظتی انتظامات کسی سرکاری مہمان کے لیے ہوتے ہیں، وہ کہاں تھے؟ اور ان حفاظتی انتظامات کو نقصان کیوں نہیں پہنچا؟ یہ سوالات عام ہیں جو ہر انسان کے دل ودماغ میں اٹھ رہے ہیں اور ان سے شبہات کو تقویت مل رہی ہے، اور ان شبہات کا ازالہ ایرانی حکومت کے ذمے ہے، اس کا واحد راستہ یہ تھا کہ وہ ساری صورت حال کی تفصیل دنیا کے سامنے رکھ دیتا، اس جگہ کی تصویریں دیتا، جہاں یہ واقعہ رونما ہوا، اس عمارت کی تصویریں دیتا جہاں میزائل گرا یا بم پھٹا، لیکن ایرانی اخبار اور خبر رساں ادارے بالکل خاموش ہیں، اس سے یہ شبہ محض کوئی وہم نہیں رہتا، بلکہ اس کو بڑی تقویت ملتی ہے کہ ایرانی حکومت نے اس معاملے میں یا تو غفلت کا ثبوت دیا، یا دوسرے بعض لوگ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ اندرونی طور پر خود ایرانی حکومت ملوث تھی۔ جو بھی ہو، ایرانی حکومت کا فرض ہے کہ تفصیل کے ساتھ سارے واقعات دنیا کے سامنے لائے اور دنیا کے سامنے اس کی تصویریں پیش کرے کہ کس طرح اتنا بڑا واقعہ ہوگیا کہ ساری دنیا ہل گئی ہے۔

بہر حال ایک عظیم مجاہد اور ایک عظیم قائد کو درندگی کے ساتھ اور وحشیانہ طور پر تمام بین الاقوامی قوانین کو پامال کر کے شہید کیا گیا ہے، یہ دنیا کا مسلمہ اصول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ملک میں مہمان بن کر آیا ہے تو اس مہمان کے تحفظ کی ذمے داری میزبان ملک پر ہوتی ہے، اور یہ بھی دنیا کا مسلمہ قانون ہے کہ کسی شخص کو کسی دوسرے ملک میں شہید کرنا اور قتل کا نشانہ بنانا دہشت گردی ہے اور اس دہشت گردی کی اجازت دنیا کا کوئی قانون نہیں دیتا، اور یہ اس حکومت اور اس ملک پر بھی براہ راست حملہ ہے جس ملک میں یہ واقعہ پیش آیا ہے، اور اس ملک کے امن وسلامتی کو بہت بڑا مسئلہ درپیش ہے جہاں یہ واقعہ رونما ہوا ہے، نیز بین الاقوامی قانون اس ملک کو یہ پوری اجازت دیتا ہے کہ وہ اس کا بدلہ لے۔ اگر چہ ایران نے بدلہ لینے کا اعلان کیا ہے، لیکن دنیا ابھی بھی منتظر ہے کہ وہ کیسا بدلہ لیتا ہے اور کس طرح لیتا ہے۔ محض خانہ پُری کافی نہیں ہوگی، ایک عظیم قائد اور سربراہ کو شہید کیا گیا ہے، اس کا جواب کم از کم ایسی ہی بڑی شخصیت کو نشانہ بنا کر ہوگا، یا کسی ایسے عسکری ٹھکانے کو نشانہ بنا کر ہوگا، جس سے ان کی چولیں ہل جائیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ ایران اس پر کیا ردِ عمل ظاہر کرتا ہے۔

اسماعیل ھنیہ ہمارا محبوب قائد، ہمارا محبوب مجاہد اور جانباز: اس نے اپنی جان دے کر، اپنا خون دے کر آزادیِ فلسطین کی تحریک کی شمع کو اور تیز کر دیا، بلکہ بام عروج تک پہنچا دیا، قرآن مجید نے فرمایا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾

ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا، اسے سچا کر دکھایا، پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کر دیا، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں (کہ کب انھیں اللہ کی راہ میں شہید ہونے کا موقع ملے گا)، اور انہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی تبدیلی نہیں کی۔

تو اسماعیل ھنیہؒ نے اللہ سے جو عہد کیا تھا، الحمد للہ اسے پورا کرنے میں کامیاب ہو گئے، ان کا تو نعرہ ہی تھا: نصر او استشہاد یا فتح ہوگی یا ہم شہید ہوں گے، ان کے خاندان کے 70 افراد اس جہاد میں شہید ہو چکے ہیں، ان کے بیٹے، ان کے پوتے اسی جہاد میں شہید ہوئے ہیں اور جب بیٹوں اور پوتوں کی شہادت کے وقت میں نے ٹیلیفون پر اسماعیل ھنیہ کو تعزیت کی، تو انہوں نے پورے نشاط والی آواز کے ساتھ کہا کہ

”حضرت یہ تو غزہ کے سارے شہداء ہی ایسے ہیں، میرے بیٹوں کی کوئی خصوصیت نہیں، وہ بھی غزہ کے شہداء کے ساتھ شامل ہو گئے، اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شہید ہو کر سرخ رو ہو گئے“

اس پر کسی غم کا اظہار نہیں، کسی تکلیف کا اظہار نہیں، اللہ تعالیٰ کا شکر اور جہاد میں استقامت کا عزم ان کی باتوں سے واضح تھا۔ کل پرسوں بھی میں نے ان کے دوسرے سربراہ خالد مشعل سے، اس بارے میں ٹیلیفون پر بات کی، تو ان کو بھی ایسا پایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے کی تصویر ہیں، اور اس بات پر اعتماد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور مقام شہادت عطا فرمایا ہے اور ان کی شہادت کی وجہ سے انشاء اللہ جہاد فلسطین کی تحریک دبے گی نہیں، او زیادہ بڑھے گی اور انشاء اللہ ایسے ہی ہوگا۔

اس زمانے میں اور اس پر آشوب دور میں جہاد اور استقامت کے یہ نمونے اللہ نے ہمیں اپنی آنکھوں سے دکھائے ہیں، اور ایسے نمونے دکھائے جو صحابہ کرامؓ کی یاد تازہ کرنے والے ہیں، افسوس ہے کہ سارا عالم اسلام، یہ سب تماشہ آنکھوں سے دیکھتا رہا اور کوئی حرف مذمت بھی اس کی زبان پر نہیں آیا۔ الحمد للہ پاکستان نے اس پر جس رد عمل کا اظہار کیا، اس کا خیر مقدم ہے، پاکستان نے سرکاری طور پر اسرائیل کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا، اسماعیل ھنیہ کی شہادت پر جس طرح انہوں نے کھل کر اسرائیل کی کھل کر مذمت کی، یہ پہلی بار ہوا ہے اور ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں، لیکن ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کو وہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جو پاکستان کا حقیقی کردار ہے، جب پاکستان وجود میں آیا تھا تو پورا عالم اسلام اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ یہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی ریاست ہے، لہذا پاکستان کو وہ اپنا قائد سمجھتے ہیں اور پاکستان کے ساتھ انہوں نے امیدیں وابستہ کی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو امت مسلمہ کی امیدیں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بقیہ ص ۲۲ پر

خصوصی انٹرویو: مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی
ترتیب وپیش کش: محمد امجد قاسمی

مردِ مجاہد، محافظ بیت المقدس شیخ اسماعیل ھنیہ رحؒ کی شہادت کے بعد کے حالات پر ایک خصوصی انٹرویو

[۳۱؍جولائی ۲۰۲۴ء کو جب شیخ اسماعیل ھنیہ کی شہادت کی خبر ملی، تو خانقاہ نعمانیہ کا پورا ماحول سوگوار ہوگیا۔ ہر طرف بس ایک بات اور ایک ہی تذکرہ تھا، چنانچہ اس موقع پر خانقاہ میں تلاوت قرآن اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، پھر مدیر محترم مدظلہ نے ایک تعزیتی خطاب فرمایا، جسے آن لائن بھی نشر کیا گیا۔ اس کے دو دن بعد ۲؍اگست کو ملت ٹائمز نے بھی اس موضوع پر مولانا کا انٹرویو لیا، جس میں مزید وضاحت کے ساتھ بہت سی باتیں کھل کر سامنے آئیں۔ شیخ اسماعیل ھنیہؒ کی شخصیت سے منسوب اس شمارے اس انٹرویو کو بھی جگہ دی جارہی ہے، اللہ کرے کہ ہم سب کے لیے مفید ثابت ہو۔۔۔ مرتب]

ملت ٹائمز: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ملت ٹائمز میں خوش آمدید! میرے ساتھ خصوصی بات چیت کے لیے موجود ہیں معروف عالم دین حضرت مولانا خلیل الرحمن سجاد نعمانی صاحب۔

حماس کے سیاسی سربراہ شیخ اسماعیل ہنیہ کی شہادت اور اس سے جڑے تمام پہلوؤں پر بات چیت کریں گے۔ مولانا آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ نے اپنی مصروفیات میں سے وقت نکالا۔ ۳۱؍جولائی ۲۰۲۴ء کو جو خبر آئی ہے کہ شیخ اسماعیل ہنیہؒ کی شہادت ہوگئی ہے، اس پورے واقعے اور خبر کو آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟

مدیر: شہادت ہے مطلوب ومقصودِ مؤمن نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

یہ تو خوش قسمتی ہے اسماعیل ہنیہ اور ان کے دوسرے ان ہزاروں ساتھیوں کی جو اب تک اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں، میں جہاں تک وہاں کے حالات اور محاذ جنگ کی خبروں سے واقف رہنے کی کوشش کرتا ہوں تو میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ اسرائیل کی شکست میں اب تیس چالیس دن باقی رہ گئے ہیں، اب اسرائیل کی ٹوٹتی ہوئی ہمت دم توڑ دے گی، اسرائیل کے اندر اپنی حکومت پر سخت دباؤ پڑ رہا ہے، اسرائیل کے شہری اپنی حکومت کے خلاف جلوس نکال رہے ہیں، اسرائیلی عوام نے حماس کے خلاف جلوس نہیں نکالے بلکہ انہوں نے پچاسوں جلوس

اپنی حکومت کے خلاف نکالے ہیں، چنانچہ معاشی واقتصادی طور پر اسرائیل کی کمر ٹوٹتی چلی جارہی ہے اور یورپ اور امریکہ میں اسرائیل کی مخالفت اس قدر تیزی سے بڑھ رہی ہے جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اور بعض ملکوں نے جس طرح پیچھے ہٹ جانے کا اعلان کیا وہ بھی قابل غور ہے، الغرض فوجی اور سیاسی دونوں محاذوں پر اسرائیل کی شکست قریب نظر آرہی ہے۔ لہذا اسرائیل نے پلٹ کر یہ وار شاید اس لیے کیا ہے کہ نفسیاتی طور پر اس کا بہت بڑا جھٹکا پہنچے گا اور اس کے بعد کتائب القسام اور حماس کے مجاہدین میدان میں ٹک نہیں سکیں گے، اور نفسیاتی طور پر ان کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس اقدام قتل کے پیچھے شاید یہی بڑا مقصد تھا، مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ایمان کی طاقت اور شوق شہادت کیا چیز ہے؟ وہ لوگ جنت کے شوق اور حق کے لیے قربان ہوجانے کی لذت کو کیا جانیں!! دنیا ایک بار پھر دیکھے گی کہ ہمت ٹوٹنے اور نفسیاتی طور پر کمزور پڑ جانے کے بالکل برعکس ان کا ارادہ کئی گنا مضبوط ہوگیا ہے، ان کی ہمت اور حوصلہ اور ان کا عزم واستقامت پہاڑوں سے زیادہ اونچائی پر پہنچ چکا ہے، اور اس طرح کی خبریں آبھی رہی ہیں۔

آپ غور کریں کہ شیخ اسماعیل ہنیہ شہیدؒ کا جنازہ جب ان کے گھر دوحہ پہنچا جو کہ حماس کا سیاسی دفتر بھی ہے اور اسی کے ایک حصے میں وہ قیام پذیر تھے، تو وہاں ان کے خاندان کی مستورات جمع ہوئیں، اس وقت ان کی اہلیہ نے والدہ سے کہا کہ مبارک ہو آپ کی اور آپ کے بیٹے کی تمنا پوری ہوگئی، بچپن سے سن رہی ہوں آپ دعائیں مانگا کرتی تھیں کہ اللہ! مجھے شہید کی بیوی اور شہید کی ماں بنادے، آج آپ کی دعا قبول ہوگئی، بیٹی ماں کو تسلی دے رہی ہے! کیا تاریخ میں اس طرح کے واقعات روزمرہ دیکھنے کو ملتے ہیں؟ میں اعتراف کرتا ہوں کہ ہم کروروں ہندی مسلمانوں میں سے بہت کم نے پورے اسلام کو سمجھا ہوگا، ہم پانچ وقت کی نماز پڑھ لینے اور کرتا پائجامہ ٹوپی پہن لینے کو ولایت کا آخری درجہ سمجھتے ہیں، چاہے ہم دھوکہ باز اور منافق ہوں۔ وہ لوگ اس مزاج کے نہیں ہیں، ان کے اندر دوغلا پن نہیں ہے، وہ اگر دین سے دور ہیں تو ہیں وہ دکھاوا نہیں کرتے، لیکن جب وہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں تو پھر وہ مکمل سو فیصد داخل ہوتے ہیں۔

ملت ٹائمز: یہ پورا معاملہ ایران میں ہوا بہت سارے لوگ ایران پر سوال اٹھارہے ہیں، کیوں کہ کہیں نہ کہیں ایران سے خبر لیک ہوئی ہے، ان کے کمرے کی معلومات، رہائش گاہ کی معلومات لیک ہوئی، تو آپ کس کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں؟ یا کس کو ان کی شہادت کا ذمہ دار مانتے ہیں؟

مدیر: دیکھئے شبہات تو یقیناً ایسے موقعوں پر اٹھتے ہیں اور آپ شبہات کا راستہ نہیں روک سکتے اور شبہہ کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حملہ ایران میں ہی کیوں ہوا، قطر میں کیوں نہیں ہوسکا؟ وہی جاسوسی کے آلات

اسرائیل وہاں بھی استعمال کرسکتا تھا، اور وہ نقل وحرکت بھی کرتے تھے، ان کے یہاں روزانہ سیکڑوں مہمان بھی آتے جاتے تھے تو بالآخران کو قطر میں کیوں نشانہ نہیں بنایا جاسکا؟ اس لیے شبہے کی بنیادوں میں سے ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ قطر کا دفاع توڑنا آسان نہیں تھا اور ایران کا دفاع توڑنا ان کو اتنا مشکل نہیں لگا، لیکن میں اس موقع پر آپ کے چینل کے ذریعے سے ملک اور پورے عالم سے اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں حماس ہی کے طرز عمل کو اپنائیں، حماس اور وہاں کی قیادت ایران کی حقیقت سے جتنا واقف تھی اور ہے اتنا شاید ہم اور آپ واقف نہیں ہوسکتے کیوں کہ ان کا براہ راست سابقہ تھا اور میری اس موضوع پر ایک ملاقات میں حماس کی چوٹی کی قیادت سے بھی بڑی تفصیلی گفتگو ہوئی تھی۔ ان لوگوں کا موقف یہ رہا ہے کہ ہم ایران کی مدد قبول کرنے پر مجبور کیے گئے ہیں، ہمیں سنی دنیا نے ان کی طرف دھکیلا اور اکیلا چھوڑا ہے، ہمارے سامنے صرف یہی راستہ تھا کہ یا تو بغیر کسی مزاحمت کے ہتھیار ڈال دیں یا دوسرا آپشن یہ تھا کہ شرطوں کے ساتھ ایران کی مدد قبول کرلیں، اور میں اس کا گواہ ہوں اور اپنے ذرائع سے اس بات سے واقف ہوں کہ اتنی بڑی امدادیں قبول کرنے کے باوجود حماس نے شیعیت کو قبول نہیں کیا، کسی ایک شیعہ عالم، واعظ، ذاکر یا مقرر کو اپنے یہاں نہیں آنے دیا۔ میں یہاں یہ بھی بتادینا چاہتا ہوں کہ ایک ملاقات میں مجھے انہوں نے یہ بات بتائی تھی کہ ایران کی طرف سے ایک بہت بڑے ہسپتال کا پروجیکٹ ہمارے پاس آیا تھا، جس کی ہمارے یہاں سخت ضرورت تھی، ہمارے یہاں ہسپتال وغیرہ جیسی چیزوں کی بہت کمی ہوگئی، چنانچہ ہم نے اس کی منظوری دیدی کہ بہت اچھا آپ اس کو بنایئے، مگر جب انہوں نے ہم سے یہ کہا کہ ہم اس کے اندر ایک مسجد بنائیں گے اور اس مسجد میں امام وخطیب ایران سے جائے گا تو ہم نے اس ایک شرط کی وجہ سے پورے پروجیکٹ کو مسترد کردیا کہ ہم آپ کے امام وخطیب کو بالکل قبول نہیں کریں گے، ہمارا عقیدہ ہے کہ خلفاء راشدین برحق ہیں، ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن محفوظ اور غیر محرف ہے، ہم خلافت راشدہ کے قائل ہیں اور ہم عقائد کے لحاظ سے مضبوط اہل سنت والجماعت ہیں، لہٰذا اس سلسلے میں ہم آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اصولوں پر استقامت کے ساتھ انہوں نے امداد قبول کی اور وہ اس کے علاوہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتے تھے، ان کے پاس اس کے سوا کوئی آپشن ہی نہیں تھا، اگر ان کے پاس کوئی اور آپشن ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ وہ دوسرے آپشنس کو ترجیح دیتے۔

اب جہاں تک معاملہ اس کا بات کا ہے کہ کچھ لوگ یہ رائے دے رہے ہیں کہ ایران اسرائیل سے ملا ہوا ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ حماس نے جو محتاط، معتدل اور متوازن موقف اور طرز اختیار کیا ہے کہ جو بات کہنے کی ہے وہی کہی جائے، جو نہ کہنے کی ہے وہ نہ کہی جائے اور بہت ہی ہوشیاری، بیداری اور خود اعتمادی کا ایران کے ساتھ معاملہ کیا جائے، ہم لوگوں کو بھی یہی طرز عمل اپنانا چاہیے۔

ملت ٹائمز: ایک Narrative یہ سامنے آرہا ہے کہ ابھی چین کی ثالثی میں حماس اور الفتح گروپ کے درمیان مصالحت اور اتحاد کی میٹنگ ہوئی ہے اور دونوں ایک ہو رہے ہیں اور جو charter of alliance سامنے آیا ہے وہ بھی بہت اہم ہے، تو کچھ لوگ اس زاویے سے سوچ رہے ہیں کہ ایران کو بھی برداشت نہیں ہے کہ حماس اور الفتح ایک ہوجائیں اور اسرائیل کے لیے بھی یہ بات ناقابل برداشت ہے کہ یہ دونوں ایک ہوجائیں، کیوں کہ اس سے پہلے ان کے کہنے پر ہی دونوں میں ۲۰۰۵ء میں انتشار ہوا تھا اور حماس، غزہ اور الفتح الگ الگ ہوگئے تھے، ایک ملک جو کہ پہلے سے ہی تقسیم تھا وہ مزید کئی حصوں میں بٹ گیا، پھر چین کی طرف سے باضابطہ جو کوشش ہوئی اور اسماعیل ہنیہؒ کی بھی لوگ تعریف کرتے رہے کہ انہوں نے اپنے رویے میں لچک دکھائی اور ثالثی کے لیے تیار ہوئے، جنگ بندی کے لیے بھی وہ لگاتار کوشش کر رہے تھے تو کیا ان سب چیزوں کا یہ نتیجہ ہے کہ اسرائیل نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے یا یہ جو کچھ ہوا ہے۔

مدیر: دیکھئے اسماعیل ہنیہ اس اعتبار سے بھی genius شخص تھے کہ اصولی موقف پر ہمالیہ پہاڑ سے زیادہ مضبوطی سے قائم رہتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ مختلف مکاتب فکر کے لیے ان کے دروازے کھلے رہتے تھے، وہ گفتگو کرنے کے سب سے اعلی ماہر اور سفارت کاری کے شاندار تجربہ کار شخص تھے، وہ اپنے موقف کو اپنے مخالفوں کے سامنے بھی بڑے نرم لہجے میں، لیکن بہت مضبوط اور مدلل انداز سے رکھتے تھے، کسی سے ملاقات سے انکار نہیں کرتے تھے، آپ مصر کی سیسی حکومت کا رویہ دیکھیے وہ سر سے پیر تک حماس کے خلاف اور اسرائیل کی حامی و حلیف ہے، اس کے باوجود جب جب ضرورت پڑتی تھی حماس کے قائدین اسماعیل ہنیہ کی قیادت میں قاہرہ کا دورہ کرتے تھے، مصری حکام سے رابطہ کرتے تھے، مصر کی ثالثی کو قبول کرتے تھے، ابھی کچھ مہینے پہلے مصر کی ثالثی میں اسرائیل اور حماس کے درمیان گفتگو ہوئی ہے، تو جب وہ اسرائیل سے گفتگو کرتے تھے تو الفتح سے گفتگو کیوں نہیں کریں گے؟؟ ایک خاص لفظ وہ بولتے تھے **المصالحة الوطنیہ** یعنی قومی سطح پر اور فلسطین کی سطح پر جو ہمارے الگ الگ گروپ ہیں وہ سب متحد ہوکر فلسطین کی آزادی کی کوشش کریں اور سرحدوں کا دفاع کرکے مسجد اقصی کی واپسی کی جدو جہد میں شریک ہوں یا اس کی حفاظت اور دفاع کی کوششوں میں شریک ہوں، وہ ایک بہترین ڈپلومیٹک رہنما تھے، ساتھ ہی وہ مرد مؤمن تھے، حافظ قرآن تھے، تراویح میں پورا قرآن خود سناتے تھے، بہت جامع شخصیت تھے یعنی جیسا ایک مسلم قائد کو ہونا چاہیے دین و دنیا کا جامع؛ دور حاضر میں وہ اسی جامعیت کا ایک نمونہ تھے۔

ملت ٹائمز: ان کی موت کیسے ہوئی ہے؟ الگ الگ طرح کی خبریں آئی ہیں، ایک خبر آئی ہے کہ میزائل کے ذریعے ان کو نشانہ بنایا گیا ہے اور میزائل باہر سے آیا ہے، نیویارک ٹائمز کی جو خبر آئی ہے کہ دو مہینہ پہلے سے

وہاں بم نصب کر دیا گیا تھا اور ریموٹ کنٹرول کا پورا سسٹم تھا اور موساد کی پوری پلاننگ اور تیاری تھی اس سلسلے میں آپ کے پاس کیا انفارمیشن ہے؟

مدیر: میرے پاس بھی وہی خبریں ہیں جو آپ سب کے پاس ہیں، اس کے علاوہ میرے پاس ابھی کوئی خبر نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے میں ابھی یقین کے ساتھ بتا سکوں کہ جو آخری ٹیکنک استعمال کی گئی وہ کیا تھی؟

ملت ٹائمز: اچھا مولانا! اس حادثے یا ان کی شہادت کا حماس کی لیڈر شپ پر کیا اثر پڑ سکتا ہے کیوں کہ پچھلے دس مہینوں سے وہ لوگ مسلسل ڈٹے رہے ہیں تو اب ان پر کیا کوئی اثر پڑ سکے گا؟

مدیر: جب شیخ احمد یاسین کا انتقال ہوا تھا تو دنیا میں دور بیٹھے ہم اور آپ جیسے لوگوں کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوا تھا کہ اب کون سنبھالے گا؟ ان کو بھی اسی طرح میزائل سے شہید کیا گیا تھا، اس کے بعد ڈاکٹر عبد العزیز رنتیسی نے کمان سنبھال لی اس وقت سب نے کہا کہ سبحان اللہ قیادت میں کوئی خلا پیدا نہیں ہوا، مشکل سے ڈیڑھ دو سال یا اس سے بھی کم ان کو کام کرنے کا موقع ملا، ان کو بھی شہید کر دیا گیا، اس کے بعد اسماعیل ہنیہ آ گئے تو ان شاء اللہ تسلسل قائم رہے گا، وہاں قیادت کے لیے گنے چنے افراد نہیں بلکہ ایک پوری امت تیار ہے، ایک قائد جاتا ہے دوسرا اس کی جگہ لیتا ہے، بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ مزید قوت عطاء کر دیتے ہیں کیوں کہ ہر اگلا قائد پچھلے قائد کے مقابلے میں اور زیادہ قابل قدر نظر آیا ہے، ان شاء اللہ یہ تسلسل وہاں قائم رہے گا اور اس ایک شخص کے چلے جانے سے قیادت کا کوئی خلا وہاں پیدا نہیں ہوگا۔

ملت ٹائمز: مولانا! کیا آپ کو نہیں لگتا کہ جب لگاتار قائدین کو مارنے اور ان پر اٹیک کا یہ ریکارڈ رہا ہے تو حماس کے قائد ہونے کی حیثیت سے ان کو باہر جانے سے گریز کرنا چاہیے تھا، خاص طور پر ایران جیسے ملک میں تو ان کو بالکل نہیں جانا چاہیے جہاں کا دفاعی نظام اور سیکورٹی سسٹم ابھی بھی کافی کمزور محسوس ہو رہا ہے۔

مدیر: یہیں پر آ کر ہم تقدیر الٰہی کو یاد کرتے ہیں کہ جس کی موت جہاں لکھی ہوتی ہے وہ وہاں پہنچ ہی جاتا ہے، جن خطرات سے ہم اور آپ آگاہ ہیں ان خطرات سے ہماری اور آپ کی بہ نسبت وہ لوگ بہت زیادہ واقف تھے، وہ براہ راست ان خطرات کا نشانہ تھے، لیکن امن پسندی، احسان مندی ان کی عادت ہے، ایران میں ایک نیا صدر زمام حکومت سنبھال رہا ہے تو اس کی حلف برداری کی تقریب میں شرکت اور اس کو مبارک باد دینے سے مستقبل میں تعلقات مستحکم رہیں گے، کوئی دراڑ اُن میں نہیں پڑے گی، اس قسم کے بلند مقاصد کو سامنے رکھ کر، بہت کچھ جانتے ہوئے بھی یہ لوگ خطرہ مول لے لیتے تھے اور بالآخر وقت آ گیا تھا تو دشمن کا حملہ کامیاب ہو گیا، وقت نہ آیا ہوتا تو دشمن کا حملہ ناکام رہا ہوتا، ہم لوگ جو الحمد للہ تقدیر الٰہی پر کامل یقین رکھتے ہیں، اس طرح

سوچا ہی نہیں کرتے کہ یہ نہ ہوا ہوتا وہ ہوا ہوتا، انہوں نے یہ کیوں نہیں سوچا، انہوں نے یہ کیوں سوچ لیا؟؟؟ یہ سب کچھ نہیں! ہوگیا وہ جو مقدر تھا اور ہونا طے تھا، حدیث کا مضمون ہے: ما أصابک لم یکن لیخطئک، جو حال بھی تم کو پہنچا ہے اسے پہنچ کر ہی رہنا تھا، ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ نہ پہنچتا اور جو کچھ تمہارے نصیب میں نہیں لکھا وہ تم تک نہیں پہنچے گا، چاہے پوری دنیا کے تمام انس وجن کی طاقتیں لگ جائیں، ہمیں ان مسائل پر صرف صحافیانہ نقطۂ نظر سے سوچنے کے بجائے ایمانی نقطۂ نظر سے سوچنا چاہیے۔

ملت ٹائمز: جی جی بالکل! مولانا آپ کی ایک تقریر کافی وائرل ہو رہی ہے جو آپ نے تعزیتی اجلاس کے موقع پر کی تھی اسماعیل صاحب کی شہادت کے فوراً بعد، جس میں آپ نے شیخ صاحب سے اپنی اس ملاقات کا ذکر کیا تھا جو پچھلے دنوں دوحہ میں ہونے والے ایک پروگرام میں ہوئی تھی کہ وہ کھڑے ہو گئے اور اسٹیج پر آپ کو بلایا، میں چاہوں گا کہ آپ ذرا اس کی تفصیل بتائیں، ان سے ملاقات کیسی تھی؟

مدیر: اصل میں وہ اس عاجز سے بے پناہ محبت کرتے تھے، میں الحمد للہ کسی غلط فہمی میں نہیں ہوں، میں تو اپنے آپ کو ان کے قدموں میں بھی بیٹھنے کے لائق نہیں سمجھتا، میں اللہ کو گواہ بنا کر یہ بات کہہ رہا ہوں، لیکن عجب معاملہ تھا کہ وہ بہت محبت کرتے تھے اور غیر معمولی احترام اور اعزاز کا معاملہ کرتے تھے، مجھے کہتے تھے کہ آپ ہمارے قائد ہیں آپ کو دیکھ کر شیخ احمد یاسین کی یاد آتی ہے، آپ ہمارے مربی ہیں، ہمیں نصیحتیں کیجیے، جب ترکی میں ان سے پہلی تفصیلی ملاقات ہوئی تھی تو اس وقت اتفاق سے جمعہ کی نماز پڑ گئی، اس کانفرنس کے منتظمین نے جو کہ شاید میری معذوری سے واقف نہیں تھے، جمعہ کی نماز کا خطبہ اور امامت میرے ذمہ کر دیا، میں نے جواباً کہا کہ میں تو کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں، میں تو امامت کر ہی نہیں سکتا، تو انہوں نے کہا کہ پھر آپ ہی کسی کو مقرر کر دیجیے، تو ہمارے ساتھی مولانا مجیب الرحمن ندوی میرے ساتھ تھے، وہ قرآن بھی ماشاء اللہ بہت اچھا پڑھتے ہیں، میں نے ان کے بہت اصرار سے مجبور ہو کر طے کیا کہ وہ نماز پڑھا دیں گے اور میں خطبہ دیدوں گا، اتنے میں جب میں مسجد میں سنتیں پڑھ رہا تھا تو شیخ اسماعیل ہنیہ داخل ہوئے اور وہ بھی میرے بغل میں کھڑے ہو گئے اور سنتیں پڑھنے کے بعد جب بیٹھنے لگے تو میں نے کہا کہ دیکھیے اگر امام المجاہدین اور امیر المؤمنین موجود ہوں تو میں خطبہ دوں یہ بالکل ممکن نہیں ہے، آپ ہی کا خطبہ ہوگا اور اس کے بعد آپ ہی نماز پڑھائیں گے تو انہوں نے کہا کہ میں تو کسی اور مسجد میں جا رہا تھا، راستے میں خبر ملی کہ یہاں پر آپ کا خطبہ ہے تو میں آپ کے خطبے کی وجہ سے یہاں چلا آیا ہوں، لہذا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں خطبہ دوں، میں مجبور ہو گیا اور میں نے یہ کہا کہ میں اس کو امیر کا حکم مان کر کھڑا ہو جاتا ہوں ورنہ میری یہ اوقات نہیں ہے، اس کے بعد نماز کے لیے میں نے بھی کہا اور مولانا مجیب صاحب نے بھی ان سے گزارش کی کہ کم از کم نماز

تو آپ پڑھا ہی دیجیے، تو نماز انہوں نے پڑھائی، اس کے بعد مجھ سے کہنے لگے کہ ان شاء اللہ آپ کے خطبے کے بعد آج مجھے امید ہوگئی ہے کہ آپ مسجد اقصی آئیں گے اور وہاں ہم آپ کا خطبہ سنیں گے۔ یہ ان کے محبت بھرے جذبات تھے، اللہ کرے کہ مرنے سے پہلے ایک بار مسجد اقصی حاضری نصیب ہوجائے، میں نے ان سے اس کے لیے بھی دعا کی درخواست کی کہ میری بہت تمنا ہے کہ مسجد اقصی حاضری ہو، انہوں نے کہا کہ میں بھی دعا کرتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ آپ تب آئیں جب یہودیوں کے ناپاک تسلط سے وہ زمین پاک ہوچکی ہو، اس کے بعد ہر ملاقات میں انہوں نے بڑے تعلق کا اظہار کیا، **الاتحاد العالمی لعلماء المسلمین** نے بین الاقوامی علماء کی جو ایک کانفرنس بلوائی تھی، اس کے کھلے اجلاس میں شرکت کے لیے جب میں پہنچا تو صف اول میں مجھے بٹھا دیا گیا چند منٹ کے بعد یہ دونوں قائدین اسماعیل ہنیہ اور خالد مشعل تشریف لائے، سب لوگ کھڑے ہو کر مل رہے تھے، تو میں نے بھی کھڑے ہو کر استقبال کیا بہت دیر تک معانقہ کرتے رہے، بہت محبتوں کا اظہار کیا کہ اتنی بیماری کے باوجود آپ آگئے، اس کے بعد میں اپنی کرسی پر بیٹھ گیا، جب وہ اسٹیج پر جا کر بیٹھے تو انہوں نے فوراً منتظمین سے کہا کہ شیخ کو اسٹیج پر لائیے، میں نے منتظمین سے بہت معذرت کی کہ میں وہاں نہیں بیٹھوں گا، جہاں بیٹھا ہوں یہیں ٹھیک ہوں، تو انہوں نے اسماعیل ہنیہ صاحب سے کہا کہ شیخ معذرت کر رہے ہیں، یہ سن کر وہ خود اٹھ گئے اور میری طرف بڑھنے لگے تو میں خود ہی گھبرا کر اٹھ گیا، انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ وہاں بیٹھئے ادھر آئیے آپ کی جگہ وہ ہے۔

میں ان دونوں قائدین کے لیے یہاں سے ایک عطر کا تحفہ لے گیا تھا، تو میں نے ان کو وہیں اسٹیج پر وہ تحفہ پیش کیا تو انہوں نے بہت شکریے کے ساتھ قبول کیا اور پھر اپنی جیب سے جو ان کی استعمال شدہ شیشی تھی وہ انہوں نے مجھے پیش کی، اس وقت بھی وہ میری جیب میں ہے۔ الغرض ان کو مجھ سے عجیب محبت تھی، اور میں اس محبت کو وسیلۂ نجات سمجھتا ہوں

احب الصالحین ولست منهم   لعل الله یرزقنی صلاحا

ملت ٹائمز: خالد مشعل کیسے ہیں کس طرح اس ذمہ داری کو آگے لے جاسکتے ہیں؟

مدیر: دونوں بالکل ایک ہیں نہایت ذہین اور انتہائی بصیرت و فراست کے حامل، تقوے اور ایمان کا نور ان کی پیشانیوں سے جھلکتا ہوا، ہمت و عزیمت میں کہنا مشکل ہے کہ کون آگے اور کون پیچھے، ان شاء اللہ کوئی کمی نہیں ہوگی اور ہم لوگ آئے دن ترقی ہی ترقی دیکھیں گے۔

ملت ٹائمز: انڈیا کے مسلمانوں کو لے کر کبھی بات چیت ہوئی ہے، کبھی انہوں نے شکوہ کیا ہے کہ انڈیا سے کوئی سپورٹ نہیں ملتا یا اس طرح کی کوئی بات کی ہو۔

مدیر: ان لوگوں کا عجیب مزاج تھا شکوہ تو وہ امریکہ کا بھی نہیں کرتے تھے ان سے کوئی منفی بات ہی

سننا مشکل تھا وہ بالکل منفی مزاج کے لوگ نہیں تھے، جو حمایت کردے، بہت شکریہ! جو نہ کرے تو کوئی بات نہیں! فصبر جمیل، کوئی شکوہ شکایت کرنا ہرگز ان کا شعار نہیں تھا بلکہ وہ اپنے ساتھ انڈیا کے رویے کے بجائے، انڈیا کے کمزور طبقات کا حال پوچھتے تھے، مسلمانوں کا، عیسائیوں کا اور دوسرے کمزور طبقات کا، بلکہ میں خاص طور ان کو بتاتا تھا کہ انڈیا میں صرف مسلمان مظلوم نہیں ہیں، وہ اس بات کو بہت غور سے سنتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری معلومات انڈیا کے تعلق سے کمزور ہیں، آپ ہمیں مکمل صورت حال سے آگاہ کیجئے، تو انہوں یہاں کے حالات پر مشتمل باقاعدہ ایک کتابچہ مجھ سے لکھوایا، پھر وہ ان کی خدمت میں پیش کیا کہ یہاں کی زمینی صورت حال یہ ہے کہ صرف مسلمان مظلوم نہیں ہے، بلکہ یہاں کے حکمرانوں کا مقصد دیگر طبقات کو دبا کر رکھنا ہے اور ان کو سیاسی طور پر ہندو بنائے رکھنا ہے، اس لیے مسلمان مظلوم ہیں، مسلمان تو دراصل دوسروں کے لیے بلی کا بکرہ بن رہے ہیں، اسی فیصد بھارت کے رہنے والوں کو جو مذہبی طور پر ہندو نہیں، ہندو بنائے رکھنے کا طریقہ اس کے سوا کیا ہوسکتا تھا کہ وقتاً فوقتاً ان کو مسلمانوں سے لڑایا جاتا رہے؛ اس طرح وہ بے چارے ہندو بنے رہتے ہیں..... اس بات کو وہ بہت دھیان اور اہمیت سے سنتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ یہ معلومات ہمارے لوگوں کے درمیان آنی چاہیے اور اس سلسلے میں ان کے درمیان لکچر ہونے چاہیے تاکہ یہ معلومات منتقل ہوں، ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ وہاں پچاسی فیصد کٹر ہندو ہیں اور تھوڑے سے مسلمان ہیں۔

ملت ٹائمز: آپ اپنی تقریر میں کہہ رہے تھے کہ انڈیا میں یا ہمارے اداروں میں مسئلہ فلسطین کو اہمیت نہیں دی جاتی ہے، اس پر گفتگو نہیں کی جاتی ہے اس کو پڑھایا نہیں جاتا ہے، کیا ہے فلسطین کی اہمیت اور اس موضوع پر ہمیں کیوں توجہ دینی چاہیے؟

مدیر: دیکھیے! اسلام کی جو نشاۃ ثانیہ ہوگی جس کی نتیجے میں پوری دنیا میں انصاف قائم ہوگا وہ بیت المقدس سے ہی ہوگی، اس کی اتنی اہمیت ہے، آپ غور کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معراج کے سفر میں لے جایا گیا تو پہلے بیت المقدس کیوں لے جایا گیا؟ کیا وہاں عرش الٰہی پر جانے کے لیے کوئی ایئرپورٹ تھا؟ اور واپسی میں پھر آپ کو وہیں لایا گیا اور آپ نے سارے انبیاء علیہم السلام کی امامت کی۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا کہ بیت المقدس ایسی جگہ ہے کہ آسمان سے زمین پر ورلڈ آڈر اور نظم عالم کے سلسلے میں جو فیصلے اترتے ہیں، وہ پہلے بیت المقد س میں نازل ہوتے ہیں، پھر وہاں سے پوری دنیا میں پھیلتے ہیں اور ایسا بار بار تاریخ میں ہو چکا ہے، جب جب مسلمان راہ راست پر آئے ہیں اور اسلام کا غلبہ ہوا ہے تو مسجد اقصی مسلمانوں کے ہاتھ میں آئی ہے، بیت المقدس میں امن و انصاف کا غلبہ ہوا ہے،

بقیہ ص ۶۵ پر ملاحظہ فرمائیں

خطاب: شیخ اسماعیل ھنیہ رحمۃ اللہ علیہ
ترجمانی: مولانا محمد اکمل ندوی ۞

جنگ بندی مذاکرات

اور شہید اسلام اسماعیل ھنیہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

[شیخ ھنیہؒ کا یہ خطاب اگر چہ چند ماہ پرانا اور ماہ رمضان المبارک کے آغاز کا ہے، تاہم اس خطاب کو اس شمارے میں جگہ دینا اس لیے مناسب سمجھا گیا تاکہ آپ براہ راست ان کی گفتگو پڑھ کر ان کی وسعت قلبی کا اندازہ کر سکیں، اور یہ شبہات جو شاید کچھ ذہنوں میں پیدا ہو رہے ہیں، ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں کہ حماس کی قیادت تنگ نظر ہے اور وہ خود جنگ بندی کی خواہشمند نہیں ہے۔ پڑھیے اور دیدۂ عبرت سے پڑھیے---مرتب]

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلاہ والسلام علی سید المرسلین امام المجاھدین وقائد الغر المحجلین علی الہ وصحبہ اجمعین.

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿النساء: ۱۰۴﴾

اگر تمہیں دکھ پہنچا تو وہ بھی تو دکھ اٹھائے ہوئے ہیں جیسے تم دکھ اٹھائے ہوئے ہو اور تم اللہ سے وہ امید لگائے ہوئے ہو جو وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ تو ہے ہی بڑا علم والا بڑا حکمت والا۔

بہادر و جرأتمند، مجاہد فلسطینی عرب عوام، امت مسلمہ اور پوری دنیا کے حریت پسند افراد و اقوام!

ماہ رمضان کے اس مبارک آغاز پر، سرزمین غزہ اور اس کے ان باہمت اور بلند حوصلہ باشندوں اور مردان حر پر سلام بھیجتا ہوں، جو اپنے خون جگر سے محبوب سرزمین فلسطین کو سیراب کر کے، اس کی آزادی اور عزت و شرف اور عظمت و افتخار کی ایک نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں، جو اپنے جگر کے ٹکڑوں، مردوں، نوجوانوں، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو مسجد اقصی کی حفاظت اور دفاع کے لیے قربان کر رہے ہیں، جو غذائی بحران، خیموں اور کیمپوں میں پناہ گزینی، نقل مکانی اور بے سروسامانی کا ہمت و حوصلے سے سامنا کر کے مسجد اقصی اور القدس کی حفاظت کا عظیم فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

۞ استاذ دارالعلوم امام ربانی، نیرل

سلامتی ہوتی تجھ پر اے غزہ!

اے آزادی کے سچے طلبگار!

اے وطن عزیز کے سچے جانثار!

اور دہشت گردنازی صہیونیت کے سامنے سد سکندری بننے والے!

صہیونی اور استعماری طاقتوں نے تجھے صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہا، لیکن لاکھوں دلوں کی آواز بن کر ہر ملک، ہر خطے اور پوری دنیا میں تیری گونج سنائی دے رہی ہے، اور تیرے صہیونی دشمنوں پر جن کا (جريمة القرن) صدی کا مجرمانہ کردار دنیا کے سامنے ہے، ہر طرف لعنت برس رہی ہے، جس نے اپنی ظالمانہ کارروائی اور اس پاک سرزمین پر جابرانہ قبضہ کر کے اپنی موت کا سرٹیفکیٹ اپنے ہی ہاتھ سے تیار کیا ہے، اور اپنے اس ظلم و بربریت کا حساب اسے جلد یا بدیر چکانا ہے، اور اسکی بھاری قیمت ادا کرنی ہے۔

اے سرزمین غزہ! تو نے ظلم و جبر، قتل وغارت گری، سفاکیت و بربریت، غذائی بحران، خیموں اور کیمپوں میں پناہ گزینی کی زندگی گزارنے اور شدید آلام و مصائب کا صبر و احتساب کے ساتھ مقابلہ کر کے دشمن کو یہ واضح پیغام دیا ہے کہ ہم آزادی اور عزت وشرف اور وطن کے سچے جانثار، حقیقی محافظ اور طالب صادق ہیں۔

ہم اس رمضان کا آغاز معرکہ طوفان الاقصی کے زیر سایہ کر رہے ہیں، یہ معرکہ ہر پہلو سے ایک عظیم اور بے مثال معرکہ ہے، سات اکتوبر مسئلہ فلسطین کی تاریخ میں ایک فیصلہ کن مرحلہ ہے اور صہیونی غاصب وقابض استعمار کے ساتھ جاری جنگ اور مقابلے کے میدان میں ایک بہت بڑی حکیمانہ، مدبرانہ اسٹریٹیجک تبدیلی اور عملی اقدام ہے، جس کے بعد قضیہ فلسطین اپنے سیاسی، انسانی اور پاکیزہ مرکزی مقام جیسے تمام زاویوں اور تمام پہلوؤں کے اعتبار سے عالمی مسائل میں سرفہرست آچکا ہے، جبکہ استعماری طاقتیں ہمیشہ سے اس مسئلے کو ایک قصہ پارینہ بنانے اور تاریخ سے اس کا وجود حرف غلط کی طرح مٹانے کے لیے برابر کوشاں رہی ہیں، اسی کے ساتھ اس معرکے کے ملکی اور عالمی سطح پر بھی بڑے وسیع، اہم اور مؤثر اثرات رونما ہوئے ہیں، جن سے بہت سے مفید اور دوررس نتائج اور مثبت تبدیلیوں کی امیدیں وابستہ ہیں۔

اے اہل غزہ! اور میری قوم کے نوجوانوں اور بہادرو! اس معرکے کو چھ مہینے گزر چکے ہیں اور اب تک جرأتمندانہ، بہادرانہ اقدام اور مقابلہ پوری ہمت وشجاعت اور عزت وسربلندی کے ساتھ مسلسل جاری ہے۔

مقابلے کے دو محاذ

اب تک چھ مہینے کی اس مدت میں دو محاذوں پر دشمن سے ہمارا مقابلہ جاری ہے، ایک میدان جنگ کا محاذ

ہے، جہاں تحریک کی مزاحمتی ٹکڑیاں جن میں سرفہرست کتائب القسام ہے، برسر پیکار ہیں، جو محبوب سرزمین فلسطین کی ایک ایک بالشت کی حفاظت کر رہے ہیں اور وطن عزیز کے ایک ایک ٹکڑے کا دفاع کر رہے ہیں اور مزاحمت اور مقابلے کے میدان میں اپنی قوم کی ایک روشن تاریخ رقم کر رہے ہیں۔

دوسرا سیاسی محاذ ہے، یہ ایک وسیع محاذ ہے، جس کے بہت سے پہلو ہیں، لیکن میں اس وقت خاص طور پر دشمنوں کے ساتھ جاری جنگ بندی مذاکرات کے سلسلے میں گفتگو کروں گا، جو ہماری قوم کے خلاف ایک مدت سے جاری مجرمانہ، جارحانہ، ظالمانہ، غاصبانہ جنگ اور استعماری تسلط کو روکنے پر اتفاق اور معاہدے کے سلسلے میں اس وقت جاری ہیں۔

میں اس وقت اپنی پوری قوم، ملت اسلامیہ اور پوری دنیا خاص طور پر اہل غزہ کے لیے یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں، کہ ہم نے ان مذاکرات میں ثالثی کا کردار ادا کرنے والے مصر اور قطر کے اپنے عزیز بھائیوں کے ذریعے جنگ بندی پر اتفاق کرنے کے لیے تین بنیادی اور اصولی شرطیں پیش کی ہیں۔

نمبر ایک: ہم پورے خطے میں مکمل جنگ بندی چاہتے ہیں۔

نمبر دو: ہم میدان جنگ میں مجاہدوں اور بہادروں کی ثابت قدمی، بے مثال بہادری اور عظیم قربانیوں کو جنگی، وطنی اور سیاسی میدانوں کی مکمل اور حقیقی کامیابی میں بدلنا چاہتے ہیں۔

نمبر تین: ہم غزہ اور اس کے اس وسیع وطنی وسیاسی انتظامی دائرے میں، اپنے ان تمام اختیارات کے خلاف کسی بھی مشکوک سرگرمی سے مکمل اجتناب چاہتے ہیں، جو جنگ شروع کرنے سے پہلے اسے حاصل تھے۔

ان تین اصولی باتوں کے ساتھ مزید پانچ اور بنیادی باتیں جنگ بندی پر اتفاق کے لیے پیش کی گئی جو درج ذیل ہیں:

نمبر ایک: مکمل جنگ بندی۔

نمبر دو: سرزمین غزہ سے قابض اسرائیلی فوج کا مکمل انخلاء۔

نمبر تین: پناہ گزینوں کی بلاقید وشرط اپنے اپنے علاقوں میں واپسی۔

نمبر چار: تمام انسانی ضروری مسائل کا حل؛ جیسے انسانی امداد اور تعاون کی فراہمی، پناہ گزینوں کے لیے کیمپوں اور رہائش گاہوں کا انتظام، آبادکاری کی اجازت، ناکہ بندی اور محاصرہ ختم کرنا، اسی طرح اور دیگر وہ تمام چیزیں جو انسانیت کے وسیع دائرے میں آتی ہیں، اہل غزہ کے لیے ان کا راستہ کھولنا۔

نمبر پانچ: اس کے بعد قیدیوں کی تبدیلی پر اتفاق۔

ان بنیادی امور پر عمل درآمدگی کی صورت میں، تحریک جنگ بندی کے سلسلے میں اپنی مکمل ذمہ داری ادا کرنے اور مثبت کردار ادا کرنے اور اپنے بھائی قطر اور مصر کے توسط سے جاری مذاکراتی نشستوں میں اپنے رویے میں لچک لانے کے لیے تیار ہے۔

جنگ بندی معاہدے کے سلسلے میں اب تک دشمن کا کیا موقف رہا ہے؟

میں مکمل احساس ذمہ داری، پورے اعتماد و یقین کے ساتھ یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ دشمن نے اب تک مذکورہ شرائط میں سے کسی بھی شرط کی پابندی کرنے یا اس پر عمل درآمدگی کی جانب کوئی پیش رفت کرنے، یا اس کی کوئی یقین دہانی کرانے سے فرار اختیار کیا ہے، اور ہماری سرزمین پر ظالمانہ جنگ کو روکنے کی شرط کی خلاف ورزی ابھی تک مسلسل جاری ہے، بلکہ ابھی کچھ دیر پہلے میں ثالثی کا کردار نبھانے والے اپنے معزز بھائیوں کے ساتھ رابطے میں تھا، ان کے ذریعے دشمن کی جانب سے ان شرائط کے التزام اور پابندی، اور اس کی یقین دہانی کی مطلق کوئی معلومات یا کوئی خبر ہمیں اب تک موصول نہیں ہوئی، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ غاصب دشمن ہم سے اپنے قیدیوں کو رہا کرا کر، پھر سے ہماری قوم اور ہماری سرزمین کے خلاف جنگ شروع کرانا چاہتا ہے۔ اسی طرح اب تک انہوں نے غزہ سے اپنی فوج کے مکمل انخلاء کی شرط پر بھی کوئی عمل نہیں کیا، بلکہ غزہ کے اندر قابض فوج میں مزید اضافہ اور اس کا مزید کنٹرول اور تسلط بڑھانے کے بارے میں بات کر رہا ہے، اسی طرح پناہ گزینوں کو ان کے علاقوں میں واپس بھیجنے کی شرط کا کوئی التزام نہیں کیا گیا، رفح میں اس وقت بھی 13 لاکھ سے زیادہ پناہ گزیں مقیم ہیں، اسی طرح خان یونس اور وسطی کے خیموں، پناہ گاہوں اور کیمپوں میں اسی طرح غزہ اور شمال میں لاکھوں پناہ گزیں موجود ہیں، جن کی اپنے محفوظ مکانات میں منتقلی پر کوئی عمل نظر نہیں آ رہا ہے، بتدریج واپسی کی بات کر رہے ہیں، لیکن اس کی حدود اور نشانات واضح نہیں ہیں، اسی لیے وہ محور الشہداء میں اپنی موجودگی پر بھی زور دے رہے ہیں، اور خطے کو دو حصوں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں، اسی طرح قیدیوں کے تبادلے کے سلسلے میں معقول استحقاق سے بھی بچنا چاہتے ہیں۔ اسی لیے ہم نہیں چاہتے کہ ہم کسی ایسے معاہدہ سے اتفاق کریں جس میں:

- ہماری سرزمین پر مکمل جنگ بندی پر اتفاق نہ ہو۔
- غزہ سے قابض فوج کا مکمل انخلاء شامل نہ ہو۔
- تمام اہل غزہ کے ہر قسم کے انسانی حقوق کی حفاظت اور انسانی تعاون اور امداد کی مکمل اجازت نہ ہو۔ خاص طور پر شمال میں جہاں سخت غذائی بحران کا سامنا ہے بلکہ بچے، بوڑھے، عورتیں بھوک سے مر رہے ہیں۔

دشمن نے انسانی اور فوجی ناکہ بندی اور محاصرہ کر کے ان کو بھوک پیاس پر مجبور کیا ہوا ہے، اسی وجہ سے ہم

کہتے ہیں کہ جنگ بندی کے سلسلے میں ہمارا رویہ بہت مثبت ہے، اور اس سلسلے میں ہمیں مکمل احساس ذمہ داری ہے اور ہم اپنی ذمہ داری کی ادا کرنے کے لیے بھی تیار ہیں، اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ جنگ بندی پر اتفاق کے لیے یہ معاہدہ تین باہم مربوط مراحل میں طے ہونا چاہیے اور قابض استعمار سے اس معاہدے کی مکمل پابندی کا التزام کرانے کا عالمی تحفظ فراہم کیا جانا چاہیے، اس لیے میں پوری وضاحت وقوت کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جنگ بندی معاہدے میں کامیابی نہ ملنے کی ذمہ داری غاصب وجابر استعمار اور اس کی انتہا پسند صہیونی حکومت پر ہے، اس لیے کہ وہ خود معاہدہ کی ان بنیادی اصولوں سے اتفاق کے لیے تیار نہیں ہے۔

اس سب کے باوجود میں پھر کہتا ہوں کہ ہم اب بھی مذاکرات کے لیے تیار ہیں اور ہم ان بنیادی اصولوں کو ماننے اور ہر ایسی تجویز پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں، جو ہماری فلسطینی قوم پر ظالمانہ، مجرمانہ، کاروائیوں کا سلسلہ بند کردے۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تحریک حماس جنگ بندی نہیں چاہتی، کیونکہ وہ رمضان مبارک کا فائدہ اٹھا کر ویسٹ بینک کے اندر اور باہر پوری امت مسلمہ کو بھڑکانا چاہتی ہے اور اس کا فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔

میں سب سے پہلے تو ان سب کو یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ فلسطینی قوم یا پوری امت مسلمہ پر، غزہ، القدس اور اقصی کی حفاظت، اس کی مدد اور تعاون کی ذمہ داریاں اور حقوق جس طرح رمضان میں عائد ہوتے ہیں، اسی طرح رمضان سے پہلے اور بعد میں بھی عائد ہوتے ہیں۔

اسی کے ساتھ ہم یہ بھی یقین دہانی کراتے ہیں کہ رمضان کی مکمل عظمت واحترام اور اس کی تہذیبی، ثقافتی، جہادی، فکری ہر پہلو سے بڑی اہمیت اور عظیم مقام ہونے اور اس سب کا دل سے اعتراف کرنے کے باوجود ہم اپنی قوم کے کسی فرد، بچہ ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، مجاہد ہو یا مقاتل کے خون کے ایک بھی قطرے کا رمضان کی عظمتوں کو متبادل نہیں بنائیں گے۔

بلکہ پھر کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اپنے ثالثی بھائیوں کے ذریعے استعمار اور قابض دشمن کی جانب سے جنگ بندی کی شرائط پر عمل کے سلسلے میں کسی بھی صاف اور واضح موقف کی خبر ہم تک پہنچتی ہے، ہماری سرزمین سے مکمل انخلاء، ظالمانہ اور جابرانہ کارروائیوں کو بند کرنے اور پناہ گزینوں کو واپس ان کے اپنے ٹھکانوں اور محفوظ مقامات میں منتقلی کو قبول کرنے کی صورت میں، تو ہم جنگ بندی معاہدے پر اتفاق کرنے کے لیے بالکل تیار ہیں اور قیدیوں کی تبدیلی کے سلسلے میں بھی اپنے رویے میں نرمی لانے اور اس پر اتفاق کرنے کے لیے تیار ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ حماس کی گفت وشنید کا دائرہ کار صرف قیدیوں کا تبادلہ اور غزہ میں جاری ظلم و زیادتی کو روکنا ہے، یہ بات ہمیں بالکل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ قیدیوں کے تبادلے کا موضوع اگرچہ بڑا اہم ہے اور

دشمن کو اس کی بڑی قیمت چکانی پڑے گی، لیکن ہماری اولیں ترجیحات میں -- اور قیدیوں کا تبادلہ بھی اولیں ترجیحات میں سے ہے -- لیکن ان اولین ترجیحات میں بھی سرفہرست قوم کی حفاظت اور ان پر ظلم و زیادتی، سفاکیت و بربریت، جارحیت و انتہاپسندی کو روکنا، پناہ گزینوں کو ان کے اپنے محفوظ مقامات پر پہنچانا، اور ہماری قوم کے لیے سیاسی راہ اور سیاسی افق کھولنا شامل ہیں۔ یہ بنیادی چیزیں ہیں جن کی وضاحت میں نے آپ کے سامنے کی، تاکہ آپ افواہوں اور میڈیا کے پروپیگنڈوں کا شکار نہ ہوں۔

نفسیاتی جنگ میں حماس کی فتح

ہمیں معلوم ہے کہ اس ظالم و غاصب استعمار کی جانب سے ہمارے خلاف ایک نفسیاتی جنگ بھی جاری ہے، اس کے ذریعے دشمن تفریق و انتشار، بدنظمی، ابتری اور افراتفری، عدم توازن اور عدم اعتماد پھیلانا چاہتا ہے، لیکن میں پورے یقین کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ اس غاصب و ظالم دشمن کو ہماری قوم سے مقابلے کے ہر میدان، ہر محاذ اور ہر قدم پر ناکامی، ذلت و رسوائی ہی کا سامنا ہوگا۔

وہ ہماری قوم کی معرکہ طوفان الاقصیٰ میں اس عظیم بہادری، دلیری، بلند ہمتی اور پہاڑ جیسے حوصلوں اور اس بے مثال مزاحمت اور مقابلے کا کیسے سامنا کر سکتا ہے اور اسے اس میں کیسے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے؟ دشمن کسی صورت میں کامیاب نہیں ہوگا، اور اسے ہر موقع پر ناکامی ہی کا سامنا ہوگا۔

طوفان الاقصیٰ معرکہ کو اب تک چھ ماہ گزر چکے ہیں، لیکن دشمن کو اب تک کسی محاذ پر اپنے کسی فوجی مقصد میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی، دشمن حماس اور پوری فلسطینی قوم کی جرأتمندانہ، دلیرانہ مزاحمت اور مقابلے کو کسی صورت ختم نہیں کر سکا ہے، اور نہ اس کو کسی بھی طاقت اور قوت سے روک سکا ہے، وہ اب تک اپنے کسی بھی قیدی کو چھڑانے میں کامیاب نہیں ہوا ہے اور نہ بغیر معاہدے کے کامیاب ہوسکتا ہے، وہ ہر قسم کی سفاکیت، قتل و غارت گری اور نسل کشی، اور طاقت و قوت کے استعمال کی تمام کوششوں کے باوجود ہماری قوم کو ہجرت کرنے پر مجبور کرنے اور غزہ کو خالی کرانے جیسے اپنے تمام مقاصد میں ناکام رہا ہے۔

آج بھی ہماری قوم اپنی خیموں، پناہ گاہوں، کیمپوں اور عمارتوں کے ملبے کے ڈھیر پر اپنے پیارے وطن اور اپنی مقدس سرزمین پر موجود ہے، ہزاروں شہادتوں، زخمیوں، گمشدوں اور کیمپوں اور خیموں میں رہنے کے باوجود، دشمن کو کسی مقصد میں کوئی کامیابی نہیں ملی، خاص طور پر بدنظمی، اختلاف و انتشار، عدم توازن، ابتری پیدا کرنے کی تمام کوششوں کے باوجود، ہماری قوم مکمل توازن، اعتدال اور بیلنس کے ساتھ میدان میں جمی ہوئی ہے۔

ہم اس معرکے میں میدانی اور سیاسی محاذوں پر مقابلے کے ساتھ ساتھ اپنی قوم کے انسانی حقوق کی حفاظت کی

بھی جنگ لڑ رہے ہیں، اس کے لیے تمام ممالک اور تنظیموں کے ساتھ ہم مسلسل رابطے میں ہیں اور ہر قسم کوششیں جاری ہیں، تاکہ ہماری قوم پر فوجی اور جنگی زیادتیوں کے ساتھ ساتھ اس غیر انسانی بربریت وسفاکیت اور حیوانی رویے کو روکا جا سکے، ہم ہر طریقے سے اپنی قوم کی ہر تکلیف اور پریشانی کو کم کرنے اور اس کو سیاسی اور انسانی بحران سے نکالنے کی بھرپور کوششیں کر رہے ہیں، جس کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں ہے کہ انسانی امدادات اور مساعدات کے دیگر تمام وسائل اور ذرائع اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ غزہ آمدورفت کے تمام راستے کھولے جائیں اور تمام انسانی ضروری اشیاء ان راستوں سے غزہ پہنچنے کی اجازت دی جائے۔ اسی طرح ہم اس معرکے میں دیگر تمام محاذوں پر مقابلے کے ساتھ، اس کی بھی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ فلسطین کی اندرونی صورتحال مضبوط اور درست ہو۔

حکومت سازی اور تحریک حماس کا موقف اور مراحل

اسی طرح اب تک فلسطین کے قومی اتحاد اور اس کے سیاسی اور قائدانہ وجود کی حفاظت کے لیے صحیح اور مضبوط بنیادوں پر حکومت واقتدار کی تعمیر وتشکیل کے لیے بھی کوشاں ہیں۔

اس سلسلے میں ہمارا واضح موقف ہے: شرکت باہمی، جمہوریت اور انتخابات

ہم ان امور کو تین مختلف مراحل میں پایۂ تکمیل کو پہنچانا چاہتے ہیں:

نمبر ایک: قیادت کا مرحلہ

ہم فلسطینی قومی کونسل کے الیکشن کے ذریعے، ملک کا اقتدار اور قیادت منظمة تحرير الفلسطينة کے فریم ورک میں تشکیل دینا چاہتے ہیں۔

نمبر دو: ہم قومی اتفاق رائے سے عام انتخابات اور قانون ساز، صدارتی اور قومی کونسل کے انتخابات کے ذریعے ایک مقررہ وقت کے لیے مخصوص ذمہ داریوں کے ساتھ حکومت بنانے پر اتفاق اور معاہدہ چاہتے ہیں۔

نمبر تین: اس مرحلے میں ہم اپنی قوم کے سیاسی لائحۂ عمل اور منصوبے پر اتفاق رائے چاہتے ہیں۔

ہم نے اس قضیہ کے حل کے لیے اپنا سیاسی نقطۂ نظر پیش کر دیا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ ہماری سرزمین سے اور ویسٹ بینک اور غزہ سے، دشمن کا استعماری قبضہ ختم ہو، اور ایک آزاد فلسطینی ریاست کا قیام عمل میں آئے، جسے مکمل اختیارات حاصل ہوں اور جس کا پایۂ تخت القدس ہو، نیز اپنی سرزمین میں واپسی کا انہیں مکمل حق حاصل ہو۔

یہ باہمی شراکت پر مبنی سیاسی نقطۂ نظر ہے، جس پر ہم مکمل طور پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں، جس کو عملی شکل دینے میں ہم اپنی قوم کے تمام گروہوں، جماعتوں، تنظیموں اور افراد سے تعاون حاصل کریں گے، یہ وہ قومی ماڈل اور ملک کا نمونہ ہے جس کے حصول کے لیے ان مجاہدانہ کوششوں اور عظیم قربانیوں کا سلسلہ جاری ہے۔

اخیر میں اپنے تمام ابنائے وطن، خاص طور پر اہل غزہ اور ویسٹ بینک والوں کی خدمت میں ایک بار پھر سلام پیش کرتا ہوں، اور پھر گزارش کرتا ہوں کہ رمضان مبارک کے ان سعید و بابرکت ایام کو طوفان الاقصیٰ کی تقویت اور القدس اور مسجد اقصیٰ کی حفاظت میں تعاون کا ذریعہ بنائیں اور ہمارے اسلامی اور مسیحی مقدسات اور اقصیٰ کو نشانہ اور ہدف بنانے والی تمام سازشوں اور چال بازیوں کا ہمت و شجاعت کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کریں۔

اسی طرح میں سلام پیش کرتا ہوں ان تمام محاذوں پر صف آرا مجاہدین کو، اور ان سب کو جو ہماری قوم کو کسی بھی طرح کی تقویت اور مدد پہنچا رہے ہیں اور بہادر لبنانی بلاک کو اور حکمت و جرأتمندی، بہادری، عظمت و شرف کی اعلیٰ مثال یمنی بلاک کو، نیز عراقی بلاک کو بھی جو تحریک مزاحمت کا بھرپور تعاون کر رہے ہیں اور اسے ہر ممکن تقویت پہنچا رہے ہیں، ان سب پر ایک بار پھر سلام پیش کرتا ہوں، اسی طرح پوری امت مسلمہ کے تمام افراد اور اس کے نوجوانوں کو سلام پیش کرتا ہوں اور اسی طرح ہر اس عوامی طوفان کو جو عربی اسلامی ممالک کی راجدھانیوں اور شہروں میں سڑکوں پر ہے، اسی طرح دنیا کے ان تمام حریت پسندوں کو جو امریکہ اور یورپ کے شہروں میں سڑکوں پر نکل رہے ہیں، یقیناً یہ ہمارے قضیے، ہماری قوم، ہمارے ملک اور خود ہماری تحریک کے حق میں بین الاقوامی سطح پر رائے عامہ بنانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے، ہم ایسی ہر آواز کو سلام پیش کرتے ہیں۔

خاص طور پر جنوبی افریقہ کو سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے تاریخ میں پہلی مرتبہ غاصب و ظالم استعمار کو بین الاقوامی عدالت انصاف کے سامنے پیش کیا، اور تمام ممالک کو سلام پیش کرتے ہیں جنہوں نے ہمارا، ہماری قوم کا، ہمارے قضیہ کا اور ہمارے حقیقی حقوق کی حصول یابی کی جنگ میں ہمارا کچھ بھی تعاون کیا، ہمارا ساتھ دیا اور ہمیں کسی بھی قسم کی مدد پہنچائی۔

اخیر میں ایک مرتبہ پھر میں غزہ کو سلام پیش کرتا ہوں جو صبر در صبر، جہاد در جہاد، روزہ در روزہ کے ساتھ اس مبارک ماہ رمضان کا استقبال کر رہا ہے، اور جو ایمان و عزیمت، ہمت و حوصلے اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے پختہ یقین اور بھروسے پر غاصب دشمن اور کمزور و اپاہج استعمار کے خلاف صف بستہ و صف آرا ہے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کے اس مبارک قول سے نیک فال لیتے ہوئے، اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں:

أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَن يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٩٠﴾ ﴿یوسف: ۹۰﴾

میں یوسف ہی ہوں اور یہ ہے میرا بھائی واقعی ہم پر اللہ نے (بڑا ہی) احسان کیا۔ واقعی جو شخص بھی تقویٰ اور صبر اختیار کرتا ہے سو اللہ نیک کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے۔

خطاب: شیخ اسماعیل ھنیہ رحمۃ اللہ علیہ

ترجمانی: مولانا محمد حماد قاسمی ﷺ

نکبہ کی یاد میں

[یوم نکبہ کا تاریخی پس منظر نگاہ اولیں کے صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں، یہاں بس اتنا عرض ہے کہ اہل فلسطین ہر سال ۱۵ رمئی کو یوم نکبہ مناتے ہیں اور اپنے بچوں اور آنے والی نسلوں کو اس دن کی تاریخ یاد دلاتے ہیں تاکہ جذبہ حریت بیدار رہے اور انھیں یاد رہے کہ ایک دن انھیں اپنے گھروں کو واپس لوٹنا ہے۔
اسی مناسبت سے شیخ ھنیہؒ نے یہ خطاب فرمایا تھا۔ قارئین سے گذارش ہے کہ بغور مطالعہ فرمائیں۔۔۔۔ مرتب]

امت مسلمہ اور پوری دنیا کے حریت پسند افراد! آج یوم نکبہ کی ۷۶ ویں یادگار ہے۔ یہ وہ نکبہ ہے جس کا ہمارے آباء واجداد نے سامنا کیا ہے۔ صہیونی فوجوں نے ان کے پر امن علاقوں اور شہروں کے امن کو بدامنی میں تبدیل کر دیا اور قتل عام کر کے انہیں مختلف علاقوں کی جانب ہجرت کرنے اور پناہ لینے پر مجبور کیا۔

یوم نکبہ کی یہ ۷۶ ویں یادگار اس وقت آئی ہے جب پوری فلسطینی قوم ''طوفان الاقصیٰ'' کی جنگ میں اپنی آزادی کے حصول کی خاطر مشغول ہے۔ ہمارے بہادر جوانوں نے دشمن کی ناک میں دم کر رکھا ہے، انہیں اس بات کا پختہ یقین ہے کہ ان کے دشمن کا خاتمہ ایک قرآنی پیشین گوئی اور تاریخی سچائی ہے۔ ''بے گھر قوم کو آباد کرنے'' کا پروپیگنڈہ اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا یا یہ کہاوت کہ ''بڑے مر جاتے ہیں تو چھوٹے بھی بھول جاتے ہیں'' قیامت تک کے لیے دفن ہو چکی ہے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ فلسطینی قوم کو راستے سے ہٹا کر اس کے مقدس مشن کا خاتمہ کر دیا جائے، مگر قضیہ فلسطین ہماری قوم اور دنیا کے غیرت مند لوگوں کے شعور میں آج بھی زندہ اور پہلے سے زیادہ طاقتور ہے۔ پناہ گزینی کا یہ دور اس مشن کو سرد نہیں کر سکا اور نسلاً بعد نسلٍ یہ مشن ہر زمانہ میں زندہ رہا۔ آج ۷۶ سال کے بعد بھی یہودی قابض ڈرے، سہمے اور نفسیاتی طور پر مرعوب ہیں؛ جس کی وجہ سے جلد بازی میں وہ ہر ایسا ایسا وحشیانہ قدم اٹھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں انہیں اپنی جان بچتی ہوئی نظر آتی ہو۔ جبکہ دوسری جانب پوری دنیا کے باشعور انصاف پسند لوگ پر زور انداز میں فلسطین کی آزادی کے لئے آواز بلند کر رہے

ﷺ استاذ دار العلوم امام ربانی، نیرل

ہیں اور Free Free Palestine کا نعرہ لگا رہے ہیں۔

ہماری قوم نے دشمن کی تمام سازشوں اور ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا دیا ہے اور ہر مقابلہ میں استقامت و پامردی کا ثبوت دیا ہے۔ قدس کے لوگوں نے بیت المقدس کے آس پاس پہرہ دیا اور مسجد اقصی کی حفاظت کی خاطر انہوں نے وہاں پڑاؤ ڈالا، اور ۷۶ سال سے مسجد اقصیٰ کو یہودی رنگ میں رنگنے کی تمام سازشوں کو ناکام بنادیا۔ ہمارے لوگ سنہ 48ء سے اپنے اپنے علاقوں اور بستیوں میں جمے رہے اور اپنے تشخص کو مضبوطی سے تھامے رہے جس سے دشمن ان کو اپنی جگہ سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ شمالی کنارے میں آباد ہمارے فلسطینی بھائیوں نے بھی بڑے عزم وہمت کا ثبوت دیا اور انہیں عارضی بستیوں میں آباد کرنے کی کارروائیوں کو ناکام بنادیا۔ صیہونی لشکر اور وہاں کے آبادکار آج بھی ہمارے بہادروں کی بہادرانہ اور جراتمندانہ کارروائی سے ڈرے سہمے رہتے ہیں۔

فلسطینی قوم کبھی بھی اپنے وطن واپسی کے بنیادی حق سے دستبردار نہیں ہوئی؛ چاہے وہ پناہ گزیں کیمپوں میں سکونت پذیر ہو یا مہاجر بن کر کسی علاقہ میں مقیم ہو، وہ وطن واپسی کی چابی کیے بعد دیگرے نسلوں میں منتقل کرتے رہے ہیں۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں منتشر چوتھی نسل فلسطینی کپڑے پہن کر اور فلسطینی مفلر گلے میں ڈال کر اپنے اس بنیادی حق کو یاد کرتی ہے، اور تمام کانفرنسوں، پروگراموں، مظاہروں میں متفقہ طور اس بات کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ کسی صورت اپنے حق سے دستبردار نہیں ہوں گے۔

جہاں تک غزہ کی بات ہے تو یہاں معرکہ طوفان الاقصی کا آغاز ہو چکا ہے۔ طوفان الاقصیٰ نامی مقدس جنگ نے دشمن کے مضبوط قلعوں کی چولیں ہلادی ہیں اور یہ دیکھا جارہا کہ وہ لشکر جسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا آج اپنی ذلت وعار اور جنگی جرائم کو چھپانے اور ان پر پردہ ڈالنے کے نت نئے راستے تلاش کر رہا ہے۔ دنیا کے سامنے انہوں نے جو اپنی شبیہ بنائی کی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ پوری دنیا ان کی حقیقت سے واقف ہوگئی اور اسے پتہ چل گیا کہ سنہ 48ء میں انہوں نے فلسطینیوں کے ساتھ کیا کھیل کھیلا ہے۔

یہ ہماری قوم کا بڑا خوش آئند پہلو ہے کہ اس نے عزم وہمت اور استقامت کے ساتھ کام لیا، اپنی سرزمین کے ساتھ چمٹی رہی، یہ وہ قوم ہے جو برابر یہ نعرہ لگاتی رہی کہ جب تک زعتر اور زیتون کے پودے اس سرزمین پر باقی ہیں تب تک ہمارا وجود بھی یہاں باقی رہے گا۔

اے فلسطینی قوم کے لوگو! اس وقت آپ کو جو مزاحمتی گروپس ہر محاذ پر مقابلہ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں خاص طور سے رفح، جبالیہ اور حی الزیتون میں جہاں سے آج دشمن کی فوج مزاحمتی حملوں کی وجہ سے پیچھے ہٹی ہے، یہ وہ سپاہی ہیں جو اپنی قوم کی اولوالعزمی کی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ یہ مزاحمتی گروپس جس میں کتائب القسام اور سرایا

القدس وغیرہ شامل ہیں؛ آج بھی آٹھ مہینوں کے بعد اور جنگی طاقت میں زمین وآسمان کے فرق کے باوجود مسلسل دشمنوں کو ناکامی سے دوچار کر رہے ہیں۔

اے بہادر قوم کے جیالو! دشمن کی اس وحشیانہ جارحیت کے پہلے دن سے حماس جنگ بندی کی کوششوں میں مصروف ہے اور اس نسل کشی کو روکنے کے لیے اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لا رہی ہے۔ حماس نے ثالثی کا کردار ادا کرنے والے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمیشہ مثبت رویہ اپنایا ہے اور اپنے مصری اور قطری بھائیوں کی ہر قسم کی کوشش کا ساتھ دیا تاکہ جنگ بندی اور قیدیوں کے تبادلہ کے سلسلہ میں کسی متفقہ نتیجہ پر پہنچا جا سکے۔ قطر اور مصر کی جانب سے جو آخری تجویز ہمارے سامنے رکھی گئی اس کے ساتھ ہم نے اتفاق رائے کا اظہار کیا ہے اور یہ ساری کارروائیاں امریکی انتظامیہ کی نگرانی میں ہوئی ہیں۔ مگر قابض اسرائیلی حکومت نے اس تجویز کے جواب رفح کی گزرگاہ پر قبضہ کر لیا، براہ راست رفح شہر پر حملہ کا آغاز کر دیا اور غزہ میں جبالیہ اور حی الزیتون پر چڑھائی کی۔ اسی طرح اس تجویز میں اس نے کچھ ایسی تبدیلیاں کیں جس نے ان مذاکرات کو کسی حتمی نتیجہ تک پہنچنے سے روک دیا۔

اس موقع پر چند چیزوں کی جانب توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے:

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تحریک حماس کی جانب سے اس ظلم و بربریت کو اپنے تمام ممکنہ وسائل کے ذریعہ روکنے کی کوشش مسلسل جاری رہے گی۔ اور آئندہ کوئی بھی اتفاق مکمل جنگ بندی، غزہ کے پورے علاقہ سے اسرائیلی فوج کے مکمل انخلاء، قیدیوں کے مناسب و معقول تبادلے، غزہ سے محاصرہ کے خاتمے، پناہ گزینوں کی اپنے مقامات پر واپسی اور غزہ کی تعمیر نو جیسی بنیادی شرائط کے بغیر ممکن نہیں ہوگا۔

۲۔ جنگ بندی کی مختلف و متعدد تجویزوں کے ساتھ اسرائیلی حکومت کا یہ رویہ واضح کرتا ہے کہ اسرائیل کا مقصد ہمارے لوگوں پر مسلسل ظلم کرنا ہے، اسے اپنے قیدیوں اور ان کے انجام کا کوئی پاس ولحاظ نہیں ہے۔ اس لیے گزشتہ مہینوں میں دشمن کا منافقانہ رویہ، مزاحمتی گروپس کے موقف میں تبدیلی لانے کی متعدد کوششیں، اور حماس کے لچک دکھانے کے باوجود بے رخی اپنانا، رفح کی کراسنگ پر مسلسل قبضہ اور رفح اور دیگر علاقوں پر کی جانے والی ظالمانہ کارروائیاں، یہ سب چیزیں مذاکرات کو ناکام بنا دیں گی۔

۳۔ امریکی انتظامیہ کی طرف سے جو وضاحت آئی ہے وہ یہ بتلاتی ہے کہ مذاکرات کے ناکام ہونے کی اصل ذمہ دار حماس ہے، تو یہ ایک صریح جھوٹ ہے؛ اس لیے کہ امریکی انتظامیہ خود اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ حماس کا رویہ اس سلسلہ میں بہت مثبت رہا ہے۔ اس سے یہ بات پختہ ہو جاتی ہے کہ امریکہ کا رجحان اسرائیل کی جانب ہے اور اس کا مقصد اسرائیل کو سیاسی اور عسکری مدد فراہم کر کے ہماری قوم کے خلاف کی جانے والی نسل کشی کو

بڑھاوا دینا اور اسے جاری رکھنا ہے۔

۴۔ رفح کراسنگ کے سلسلہ میں ہم اپنے مصری بھائیوں سے مسلسل رابطہ میں ہیں، خاص طور سے اسرائیل نے جو دوبارہ اس پر قبضہ کیا ہے۔ ہمارا ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رفح کی گزرگاہ سے اسرائیل کو فوراً نکلنا چاہیے، نیز اسے رفح کی گزرگاہ کے انتظام میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بلکہ یہ فلسطین کا ایک اندرونی معاملہ ہے اور ہم اسے اس کے سابقہ اصولوں کے مطابق چلائیں گے۔

۵۔ مابعد جنگ کے منظرنامے سے متعلق بہت کچھ کہا جا رہا ہے، اس سلسلہ میں اسرائیلی لیڈروں کے بیانات مسلسل سامنے آرہے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حماس کو اس پورے منظرنامہ سے غائب کر دیا جائے۔ ہم پوری قوت سے یہ بات کہتے ہیں کہ تحریک حماس اور کتائب القسام کا وجود ہی باقی رہنے کے لیے ہوا ہے۔ جہاں تک جنگ بندی کے بعد غزہ کے انتظام و انصرام کی بات ہے تو تحریک تمام ہم وطنوں کے ساتھ مل کر اس معاملہ کو طے کرے گی، جس میں اہل غزہ کی بنیادی مصلحتوں کو پیش نظر رکھا جائے گا اور مابعد جنگ کے مرحلہ میں ان کو پیش آمدہ ضرورتوں کا انتظام کیا جائے گا۔ مغربی کنارے اور غزہ، دونوں کو متحد کرنے کے لیے ایک قومی ریگیولیٹری کمیٹی قائم کی جائے گی۔ چند مہینہ پہلے موسکو میں فلسطینی تنظیموں کے درمیان منعقد ہونے والے مذاکرات کا یہ بنیادی ایجنڈا تھا۔ اور چین میں فتح گروپ سے ہونے والی دوسری ملاقات میں، نیز استنبول میں تحریک جہاد اسلامی اور پاپولر فرنٹ فار لبریشن آف فلسطین سے ہونے والی بات چیت میں، اسی طرح ڈیموکریٹک ریفارم مومنٹ سے ہونے والی میٹنگز میں اس سے متعلق تبادلہ ہوا اور ہم مزید اس موضوع پر فلسطینی اہم شخصیات، تنظیموں اور تحریکوں سے برابر مشاورت کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

میری قوم اور امت کے افراد!

میں بعض اہم امور کی جانب آپ کی توجہ مرکوز کرنا چاہتا ہوں:

ا۔ پہلا یہ ہے کہ ایک طرف وسیع پیمانے پر ہونے والی صہیونی بربریت وسفاکیت کا ننگا ناچ ہے تو دوسری طرف زبردست مزاحمت نے خطہ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا ہے۔ اس پورے منظرنامے نے عالمی سیاست کی ترجیحات اور ایجنڈوں کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ہم پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ یہ ظلم ایک دن ہماری زمین سے ختم ہو کر رہے گا، چاہے اسے کتنا ہی لمبا عرصہ ہو جائے۔ شہداء کا خون، قیدیوں کی آہیں اور پناہ گزینوں کی قربانیاں خدا کے فضل سے رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ہمیں دشمن کے مقابلہ میں متحد ہونے کی ضرورت ہے۔ ہمیں سخت ضرورت ہے کہ ہم غزہ کے لئے، مغربی کنارے اور مقبوضہ علاقہ میں موجود اپنی بستیوں کے لیے اپنی صفوں

میں جمے رہیں۔ اور اردن، مصر، لبنان میں موجود فلسطینی لوگ اس ظالمانہ جارحیت کے مقابلہ میں کی جانے والی مزاحمت کی حمایت اور فلسطین کی آزادی کے حصول کے لیے کھڑے ہوں۔

۲۔ ہم اپنے ان بہادر قیدیوں کو سلام پیش کرتے ہیں جو جیل کی سلاخوں کے پیچھے رہ کر اس ظالم اور فاشسٹ حکومت کے ذریعہ رات دن کئے جانے والے شدید ترین مظالم کا سامنا کر رہے ہیں، انہیں طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیا جاتا ہے، انہیں جسمانی اور نفسیاتی طور پر ٹارچر کیا جاتا ہے، ناجائز طور سے لوگوں کو پھانسی کے پھندے پر چڑھایا جا رہا ہے، انہیں طبی سہولیات فراہم نہیں کی جاتیں اور بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اسرائیل کے قید میں عمومی طور پر ہمارے لوگوں (خصوصاً غزہ کے باشندوں) کی شہادت کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ تمام چیزیں اسرائیل کی جانب سے خفیہ حراست میں کئے جانے والے مظالم اور مجرمانہ کارروائیوں کو دنیا سامنے لا رہی ہیں۔ ہم نے ان تمام چیزوں سے متعلق ایک فائل تیار کی ہے اور اسے حکومتوں اور ملکی و عالمی سطح پر کام کرنے والی حقوق انسانی کی تنظیموں کو بھیجا ہے۔ میں آج اپنے باہمت قیدیوں سے (قرآن کی زبان میں) کہنا چاہتا ہوں کہ ''ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے، ہر مشکل کے بعد آسانی آتی ہے'' آزادی کی صبح عنقریب طلوع ہونے والی ہے اور طوفان الاقصیٰ کے نتیجہ میں ہمیں آزادی مل کر رہے گی، ان شاء اللہ۔

۳۔ وہ مزاحمتی گروپس جو اپنا خون بہا کر فلسطین کے ساتھ یکجہتی کا ثبوت دے رہے ہیں، چاہے وہ جنوبی لبنان میں ہوں یا حزب اللہ کی قیادت میں کی جانے والی مزاحمت ہو۔ ایسے ہی **المقاومة الفلسطينيه** ہو یا **الجماعة الاسلاميه** ہو، یا پھر یمن کا ابھرتا ہوا مضبوط محاذ ہو یا قابل فخر عراق کا محاذ۔ نیز جمہوریہ اسلامی ایران کی جانب سے دئے گئے جواب کو بھی ہم بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ دشمن اپنے مددگار کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہے۔ میں بڑی ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہتا ہوں کہ اس گرجتے ہوئے طوفان (جنگ) میں مسجد اقصیٰ، غزہ اور فلسطین کی مدد کی خاطر حصہ لینا ہر نوجوان کے لیے بڑے عزت و شرف کی بات ہے۔ تو اے امت کے نوجوان، مرد اور خواتین! اپنی اپنی سرحدوں کی حفاظت کرو اور جہاد کے مختلف محاذوں پر جم جاؤ'' (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہو، چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔''

۴۔ ہم ان تمام لوگوں اور حکومتوں کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں جنھوں نے ہمارے کاز کی حمایت میں اور غزہ پر ہونے والی جنگ کو روکنے کے لیے اقدامات کئے۔ ہم خاص طور سے یہاں ترکی کے اقدام کی تعریف کرنا چاہتے ہیں جس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اسرائیل کے ساتھ تجارت نہیں کرے گا۔ دوسرا یہ کہ وہ بھی عالمی عدالت میں اسرائیل کے خلاف دائر مقدمہ میں شامل ہوگا۔ اسی طرح مصر اور لیبیا بھی اس مقدمہ میں شریک ہونے جا رہے ہیں۔

۵۔ اہل غزہ سے مخاطب ہو کر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج ہمارے لیے ماحول اتنا سازگار ہے کہ تاریخ میں اس سے پہلے کبھی ہمارے حق میں ماحول اتنا سازگار نہیں رہا۔ امریکا، یورپ، آسٹریلیا اور جاپان وغیرہ دنیا بھر میں طلبہ قضیہ فلسطین کی حمایت میں احتجاج کر رہے ہیں، صہیونی ظالموں کے مقابلہ میں اہل غزہ سے اظہار یکجہتی کر رہے ہیں مکمل سرزمین فلسطین پر فلسطینی قوم کی آزادی وخود مختاری کے مطالبہ کو اپنائے ہوئے ہیں، فلسطینی قوم کی نسل کشی کو روکنے، ہتھیار کی سپلائی بند کرنے اور اسرائیل میں یونیورسٹی کی خدمات کو موقوف کرنے کا پرزور مطالبہ کر رہے ہیں۔ غزہ اس وقت دنیا کے تمام نوجوانوں کا آئکن ہے، یہ غزہ ہے جس نے صہیونی بیانیہ سے ہوا نکال دی ہے اور دنیا کے سامنے اسرائیل کی حقیقت اور اس کے خونی چہرے کو سامنے لا کر رکھ دیا ہے۔ یہ غزہ ہی ہے جس نے از سر نو پھر ایک مرتبہ امت کو متحد کر دیا ہے، اور تمام محاذوں میں ہونے والی مزاحمتوں کو یکجا کر دیا ہے۔ یہ غزہ ہی ہے جس نے دبے کچلے احساسات وجذبات کے اظہار کا، اور نئے سرے سے تاریخ رقم کرنے اور از سر نو سیاسی جغرافیہ کی نقشہ سازی کا وسیع میدان فراہم کیا ہے۔

آپ لوگ خصوصا اہل غزہ-- کہ وہی ان بڑی تبدیلیوں کے وجود میں آنے کا حقیقی سبب ہیں-- کچھ دیر کے لیے تصور کریں کہ طوفان الاقصیٰ سے پہلے تین یا ہو کس طرح اقوام متحدہ کے اسٹیج پر فلسطین کا نقشہ لیکر کھڑا ہوتا تھا کہ گویا وہ اسرائیل کا نقشہ ہے اور فلسطینی ریاست اور سرزمین کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ لیکن اب طوفان الاقصیٰ کے بعد، توازن کے بدلنے کے بعد، فلسطینی قوم کے بہادرانہ اور جرأتمندانہ مقابلہ کے بعد اور 143 حکومتوں کے ایک ایسی خود مختار فلسطینی ریاست کے قیام کے حق میں ووٹ ڈالنے کے بعد جس کا دار الحکومت قدس ہوگا؛ اسرائیلی حکومت کا نمائندہ اقوام متحدہ کے اسی اسٹیج پر ہمارے محبوب مجاہد ابو ابراہیم یحییٰ السنوار کی تصویر لیکر کھڑا ہوتا ہے۔

میرے بزرگو! یہ وہ غیر معمولی تبدیلیاں ہیں جن کا سہرا اہل غزہ، ان کے مرد، خواتین، بچوں، شہیدوں، زخمیوں، قیدیوں، علماء، یونیورسٹی کے اساتذہ اور بھوک اور پناہ گزینی کی صورت میں صبر واستقامت اور میدان کارزار میں مقابلہ کرنے والے بہادروں اور جیالوں کے سر بندھتا ہے۔ اللہ کے فضل سے ہمارا مستقبل بہت روشن ہے۔

میرے بھائیو، بہنو، اور امت مسلمہ اور پوری دنیا کے حریت پسند لوگو! ہمیں اللہ تعالی سے ایسی مدد کا یقین ہے جو ہمیں فتح دلائے گی اور ہمارے دشمن کے حق میں شکست کا سبب بنے گی اور یہ عنقریب ہوگا ان شاء اللہ۔ ''وہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے؟ آپ کہہ دیجئے جی ہاں! میرے پروردگار کی قسم یہ حق ہے'' والسلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆

مولانا مجیب الرحمٰن عتیق ندوی
ناظم تعلیمات: دارالعلوم امام ربانی نیرل

جہاد و سرفروشی اور عزیمت و وفا کا نقش تابندہ
مجاہد و قائد اسماعیل ھنیہؒ

معرکہ طوفان الاقصی مسجد اقصی کی بازیابی اور فلسطینی جدوجہد کی تاریخ میں ایک فیصلہ کن، تاریخی اور زبردست معرکہ ہے، جس میں ایک طرف فلسطینی جانبازوں، اور مسجد اقصیٰ کی خاطر سر دھڑ کا سودا کرنے والے مجاہدوں نے سرفروشی وقربانی، جدوجہد، صبر وہمت، حوصلہ مندی و بہادری، ایمان ووفا اور بے سروسامانی کے باوجود دنیا کی طاغوتی قوتوں کے غرور کو خاک میں ملانے کی جو تاریخ رقم کی ہے، اس نے اپنے کردار سے عہد اول کی یاد دلادی، اسلامی تاریخ پر اس گئے گذرے دور میں اعتماد بحال کردیا، دوسری طرف اسرائیل کی ظالمانہ، بے رحم کاروائیوں، مجرمانہ وسفاکانہ حیوانی وانسانیت سوز کردار کو پوری دنیا کے سامنے بے نقاب کردیا ہے، جس طرح اس ناجائز ریاست نے اپنی پوری تاریخ میں اور بالخصوص موجودہ جنگ میں اہل فلسطین کی نسل کشی کا ننگا ناچ کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اب تو خود یورپین مفکرین ودانشوروں، صحافیوں اور نامہ نگاروں کو اس کا اعتراف ہے کہ اسرائیل غزہ میں مظلوم فلسطینیوں کی نسل کشی کررہا ہے، اقوام متحدہ میں فلسطینی معاملات سے متعلق اطالوی رپورٹر (Francesca Albanese) نے اپنی پیش کردہ رپورٹ میں کھل کا اس کا اعتراف کیا ہے۔

۷/اکتوبر ۲۰۲۳ء کو معرکہ طوفان الاقصی کا آغاز ہوا، اور ''تنگ آمد بجنگ آمد'' کے مصداق حماس نے بالآخر اسرائیلی مظالم اور مسجد اقصی پر دست درازیوں سے تنگ آکر ایک فیصلہ کن جنگ کا بگل بجادیا، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس ثبات واستقامت، جرأت و بہادری، حمیت وغیرت، سرفروشی وجانبازی کے ساتھ اس نہتی قوم نے سینہ سپر ہوکر مقابلہ کیا اور کررہی ہے وہ نہ صرف مغرب کے لئے بلکہ پوری دنیا کے لئے حیرت انگیز ہے، پورے شہر کو بموں سے جھلسادیا گیا، کشتوں کے پشتے لگ گئے، آگ وخون کے اس دریا میں لاکھوں

زندگیاں ختم ہوگئیں، ایک مظلوم قوم پر ظلم کا ہر حربہ استعمال کیا گیا، نہ ہسپتال بچے، نہ تعلیم گاہیں، نہ عبادت خانے محفوظ رہے، نہ ستم رسیدہ پناہ گزینوں کے کیمپ، دنیا کو اخلاق وتہذیب کا بزعم خود درس دینے کا دعوی کرنے والے مغربی ممالک بھوکے بھیڑیوں کی طرح اسرائیل کی پشت پناہی کے لئے اس کے ساتھ آگ وخون کی اس ہولی میں شریک ہوگئے، لاشیں گرتی رہیں، زندہ انسان آبادیوں کے ملبے میں دفن ہوتے رہے، خاندان کے خاندان اجڑ گئے، مگر واہ رے جرأت وحوصلہ! ان کی سرفروشی وجانبازی، جذبۂ جہاد وشوق شہادت نے پہاڑوں پر رعشہ طاری کردیا، ان کے ایمان ویقین نے عہد اول کی یاد تازہ کردی، اور اپنے پائے استقامت میں ذرہ برابر تزلزل نہ آنے دیا۔

نہیں پالا پڑا قاتل تجھے ہم سخت جانوں سے
ذرا ہم بھی تو دیکھیں تری جلادی کہاں تک ہے

طوفان الاقصی کے اس معرکہ میں جو لوگ شہید ہوئے، اور راہ جہاد ووفا میں جان جان آفریں کے سپرد کرکے ''زندہ جاوید'' بن گئے، ان شہیدان حق میں اہم ترین شخصیت سالار قافلہ، مجاہد حق، قائد جہاد شیخ اسماعیل ھنیہ کی ہے، ہمارا یقین ہے کہ اس مرد قلندر کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی، اور شہادت مطلوب ومقصود مومن ہے، وہ اسی لئے غازی اور اسی لئے نمازی ہے، شہادت سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں، لیکن اس بطل حریت اور قائد جہاد کی فرقت پیچھے رہ جانے والے مسافروں کے لئے بہت سخت ہے، اور وہ بھی اس وقت جبکہ معرکہ برپا ہو، قائد کا یوں چلے جانا بڑا مشکل مرحلہ ہوتا ہے، سچ کہا ہے ابو فراس حمدانی نے: ''وفی اللیلۃ الظلماء یفتقد البدر'' جب تاریک رات کا گھپ اندھیرا ہو تو چاند کی تلاش ہوتی ہے، اور روشنی کی ضرورت کا احساس بڑھ جاتا ہے۔

۳۱ جولائی ۲۰۲۴ء کی صبح نے جب انگڑائی لی، تو اپنے اجالے کے ساتھ ایک دردانگیز والمناک خبر ساتھ لائی، جس کو پڑھ کر طبیعت مضمحل وافسردہ ہوگئی، بلکہ شاید ہی دنیا کے پردہ پر کوئی باحمیت مسلمان ہوگا جس کو اس خبر نے رنجیدہ نہ کیا ہو، کوئی حماس کی تاریخ وکارناموں کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، قائد ومجاہد اسماعیل ھنیہ کی حیات سے واقف ہو یا نہ ہو، مگر اس مرد قلندر، خداگاہ وخدامست کی شہادت کی خبر بجلی بن کر گری، ہاں ان کی بات الگ ہے جن آنکھوں پر ڈھٹائی کا پردہ پڑا ہوا ہے، اس مجاہد حق کی حیات کا ہر ورق جہاد زندگانی کا نقش اور راہ حق میں قربانی سے عبارت ہے، اور موت بھی قابل رشک ہے، رحمہ اللہ رحمۃ الابرار الصالحین

بنا کردند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شہید حق شیخ اسماعیل ھنیہ کے افراد خاندان کو ان کی زندگی میں بے رحمی سے شہید کیا گیا تھا، تا کہ بیٹی، بیٹوں اور کم سن پوتے پوتیوں کی موت ان کے پائے استقامت کو لرزا دے، عین عید کے دن ان کی اولاد کو خاک وخون میں نہلا کر انہیں پیش کیا گیا، تا کہ اس مرد مجاہد کی کمر توڑی جائے، مگر ظالموں نے منہ کی کھائی، اور ان کی امید پوری نہ ہوسکی، افراد خاندان میں جس کی موت کی بھی خبر ملی، اس مرد مجاہد کی زبان سے صبر ورضا، بلکہ شکر واحتساب کے سوا کچھ نہ نکلا، اس نے برملا اور صاف اعلان کیا کہ خود ان کی اولاد کا خون غزہ کے مظلوموں کے خون سے زیادہ قیمتی نہیں، ایک موقع پر جب ان کی بہن اور ایک ساتھ دس افراد خاندان کی شہادت خبر دی گئی تو ایسے ایمان افروز کلمات ارشاد فرمائے کہ ان کو سن کر اپنے اوپر نفاق کا اندیشہ ہوتا ہے، خداوندا! تیرا یہ بندہ تسلیم ورضا اور صبر وہمت کا کیسا پیکر تھا، الجزیرہ نے افراد خاندان کی شہادت کے موقع پر ان کے تأثرات کے کچھ الفاظ نقل کئے ہیں، جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں:

”أشكر الله على بذا الشرف الذى أكرمنا به باستشهاد أبنائى الثلاثة وبعض الأحفاد.. بهذه الآلام والدماء نصنع الآمال والمستقبل والحرية لشعبنا ولقضيتنا ولأمتنا". وأضاف بنية "كل أبناء شعبنا وكل عائلات سكان غزة دفعوا ثمنا بابهظا من دماء أبنائهم وأنا واحد منهم.. وما يقرب من 60 من أفراد عائلتى ارتقوا شهداء شأن كل أبناء الشعب الفلسطينى ولا فرق بينهم".وأردف رئيس حماس "الاحتلال يعتقد أنه باستهداف أبناء القادة سيكسر عزيمة شعبنا.. نقول له إن بذه الدماء لن تزيدنا إلا ثباتا على مبادئنا وتمسكا بأرضنا“

میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے تین بیٹوں اور پوتے پوتیوں کی شہادت کا شرف عطا فرمایا ہے، ہمیں یقین ہے کہ ہم ان مصائب وآلام، اور قربانیوں سے اپنی قوم، قضیہ فلسطین، اور امت اسلامیہ کی امیدوں اور روشن مستقبل کی تعمیر کریں گے، انہوں نے مزید فرمایا کہ پوری فلسطینی قوم، اور باشندگان غزہ اپنے اور اپنی اولاد کے خون کی قربانیاں پیش کر کے بڑی قیمت ادا کر رہے ہیں، میں بھی انہی افراد میں سے ایک فرد ہوں، عام اہل فلسطین کی طرح میرے خاندان کے بھی تقریباً ساٹھ افراد شہید ہو چکے ہیں، اور اخیر میں فرمایا: ”ظالم صہیونی، قائدین کی اولاد کو نشانہ بنا کر ہماری قوم کے عزم وحوصلہ کو توڑنا چاہتے ہیں، ہم صاف بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان قربانیوں سے ہمارے حوصلوں کو مزید تقویت ملے گی، ہمارے ثبات واستقامت میں مزید پختگی واستحکام پیدا ہوگا“

جب قوم کے ارادے اور حوصلے قائد کے افراد خاندان کو شہید کر کے پست نہ ہوسکے، ان کے عزائم کمزور نہ ہوئے اور مزاحمت کی کمر نہ ٹوٹی، اور ظالم صہیونی اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوئے تو پھر قائد ہی کو نشانہ

بنایا، اور ایک بزدلانہ حملہ میں آرام کرتے شیر کو رات کے اندھیرے میں موت کی نیند سلا دیا، ان کو شہید کرنے میں کس کا ہاتھ ہے؟ ایران میں یہ کاروائی کن ہاتھوں نے انجام دی ہے؟ اس بزدلانہ صہیونی حملہ اور کاروائی میں براہ راست کون ہے، پس پردہ کون ہے؟ ایرانی سیکیورٹی کی ناکامی ہے یا ان کی شمولیت ہے؟ یہ سب امور قابل غور بھی ہیں اور تجزیہ طلب بھی ہیں، بہت سی خبریں، رپوٹس، تجزیے گردش میں ہیں، یقینا وہ سب قابل اعتماد نہیں ہیں، برطانوی اخبار (The Teligraph) نے مؤرخہ ۲/ اگست ۲۰۲۴ء کو ایک خبر اس عنوان سے شائع کی تھی (Mossad hired Iranian agents to plant bombs in Haniya's residence) یہ بالکل معقول اور حقیقت پسندانہ بات ہے کہ ''اندرونی ایجنٹ'' اور ''گھر کے بھیدیوں'' کے بغیر اتنی صفائی کے ساتھ انتہائی مرتب اور بڑی کاروائی نہیں انجام دی جا سکتی، میں فی الحال ایران کے کردار کو حرف قطعی کی طرح مشکوک نہیں قرار دے رہا ہوں، آئندہ سطور میں اس پر کچھ غور طلب پہلو ذکر کروں گا، تاہم اتنا ضرور ہے کہ اسماعیل ھنیہ کو نشانہ بنانے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسرائیل طوفان الاقصی کی اس جنگ میں اب تک حماس کا کوئی بہت بڑا اور حوصلہ شکن نقصان نہیں کر سکا تھا، اور نہ ہی صف اول کی قیادت میں کسی کو نشانہ بنانے میں کامیاب ہو سکا تھا، اس حملہ سے مقصد یہ تھا کہ حماس کی صف میں تزلزل پیدا کر دیا جائے، مزاحمت کو کمزور کیا جائے، صف اول کے قائد کو ختم کر کے حواس باختہ کر دیا جائے، اور دوسرے اپنی قوم کے درمیان ایک بڑی کاروائی کر کے کریڈٹ حاصل کیا جائے، تاکہ اسرائیل میں خوفزدہ یہودی اپنے ''دشمن'' کی موت پر کچھ خوشی کا اظہار کریں اور ان کی نفسیات میں کچھ تو اعتماد بحال ہو۔

یہ مرد خدا آگاہ و خدا مست اپنی آرزو و تمنا کو پا گیا، اور اپنے خون شہادت سے تحریک فلسطین کا ایک نیا باب لکھ گیا، ارض الجہاد والرباط سرزمین بیت المقدس کی آزادی، مسجد اقصی کی بازیابی کی راہ میں شہادت کا جذبہ ان کے رگ وریشہ میں سمایا ہوا تھا، شہید حق، قائد و مجاہد کے بیٹے اپنی ایک گفتگو میں بتا رہے ہیں کہ جب خود انہوں نے والد بزرگوار کے حق میں خطرات و اندیشوں کی بات کی، تو اس مرد آہن نے کہا تھا: بیٹے! تم کیا سمجھتے ہو، تمہارا باپ ہمیشہ زندہ رہے گا، موت برحق ہے، اب عمر کی چھ دہائیاں پار کر چکا ہوں، شوگر، کینسر، دماغی بیماری و دیگر امراض سے بستر پہ موت آنے سے بہتر ہے کہ راہ حق میں شہادت کی موت نصیب ہو، یہی بات ان کے قائد و مربی شیخ احمد یاسین، عبدالعزیز رنتیسی رحمہما اللہ نے فرمائی تھی، دراصل میدان وفا میں جینے مرنے کا جگر رکھنے والے مقتل کا نام زندگی رکھتے ہیں، اور سر دے کر حیات جاودانی کا پروانہ حاصل کرتے ہیں۔

یہ مصرع کاش نقش ہر درو دیوار ہو جائے
جسے جینا ہو مرنے کے لئے تیار ہو جائے

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حقیقی بھائی مصعب بن زبیرؓ شہید کر دئے گئے، جب بھائی کی شہادت کی خبر ملی تو عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا:

”إن يقتل فقد قتل أبوه وأخوه وعمه، إنا والله لا نموت حتف أنوفنا، ولكن نموت قعصاً بأطراف الرماح، وموتاً تحت ظلال السيوف، وإن يُقتل مصعب فإن فى آل الزبير خلفاً منه“

”کیا تعجب کہ اگر آج وہ شہید ہوئے ہیں تو ان کے باپ، بھائی، چچا سب لوگ اسی راہ پر چلتے ہوئے شہید ہو چکے ہیں، خدا کی قسم ہم بستر پر ایڑیاں رگڑ کر مرنے والوں میں نہیں ہیں، ہاں ہماری تاریخ ہے کہ نیزوں سے ہمارے جسم چھلنی کئے جاتے ہیں، ہم تلواروں کے سائے میں موت کو گلے لگاتے ہیں، آج اگر مصعب شہید ہوئے ہیں تو ابھی آل زبیر میں شہادت کی تمنا رکھنے والے اور بھی ہیں“

سچی بات یہ ہے کہ ایمان ووفا کا دم بھرنے والوں، عظیم مقاصد کے لئے قربانی دینے والوں سے تاریخ بھری پڑی ہے، اگر اِن باہمت وحوصلہ مند مردانِ کار کی قربانیاں نہ ہوتیں تو بلاشبہ فتنوں کے گرداب میں پھنسی اسلام وایمان کی ہچکولے کھاتی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچانے والے ناخدا کہاں سے میسر آتے، جنھوں نے ہر دور میں باطل کا مقابلہ کیا، فتنوں کے مقابلے سینہ سپر ہو گئے، ظلم واستبداد کے پنجوں کو مروڑ کر انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرایا، ملکوں اور قوموں کی کامیاب قیادت کی، شہید حق قائد ومجاہد اسماعیل ھنیہ کی شہادت بھی اس کا ایک رمز ہے، ان کی پوری زندگی جد وجہد، عزم وحوصلہ، ثبات واستقامت، تحریک فلسطین اور حماس کی بہترین قیادت اور مصائب وآلام میں صبر وشکر کی آئینہ دار ہے، شاید ان کی بہو کے حقیقت پسندانہ الفاظ ان کی زندگی اور وفات کے بعد حسن سیرت کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں:

” أنعى رجلا تضج الارض والسماء بطيب ذكره، رجلا غنيا عن التعريف، أنعى عمى، ،حبيبى، ،وأبى، ،تاج رأسى، وقرة عينى، العم أباالعبد هنية“

آج میں اس انسان کی وفات کی خبر دے رہی ہوں جس کے حسن تذکرہ سے زمین وآسمان گونجتے ہیں، جو کسی تعریف وتعارف سے بے نیاز ہے، میں اپنے چچا، محبوب، قائم مقام والد بزرگوار، سر کے تاج، آنکھوں کی ٹھنڈک ابوالعبد ھنیہ کی وفات کی خبر دے رہی ہوں“

شہید وقائد اسماعیل ہانیہ کا مختصر تعارف:

شہید قائد ومجاہد اسماعیل عبد السلام احمد ھنیہ ۲۹ رجنوری ۱۹۶۳ء کو غزہ پٹی کے علاقے ”الشاطی“ کیمپ میں

پیدا ہوئے، ان کا خاندان فلسطینی مہاجرین پر مشتمل تھا جو ۱۹۴۸ء کی جنگ کے بعد اپنے آبائی علاقوں سے نکال دیے گئے تھے، ابتدائی تعلیم انہوں نے اقوام متحدہ کی (United Nations Relief and Works Agency) UNRWA کے تحت قائم شدہ مدارس میں حاصل کی، اس کے بعد ثانویہ (HSC) کی تعلیم "معہد الازہر" میں مکمل کی، پھر انہوں نے غزہ کی اسلامی یونیورسٹی میں داخلہ لیا، جہاں انہوں نے اسلامیات کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۸۷ء میں عربی زبان وادب میں بی اے کی ڈگری حاصل کی، دوران تعلیم یونیورسٹی کی طلبہ یونین کے ایک فعال رکن رہے، اپنی محنت وجانفشانی، صلاحیت وفعالیت کی بنیاد پر یونیورسٹی میں مختلف ذمہ داریاں سنبھالیں، اور بعد میں وہیں پر تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیے، ۱۹۹۷ء میں مرشد ومربی تحریک حماس کے بانی شیخ احمد یاسین کے آفس کی ذمہ داری سنبھالی، شیخ احمد یاسین شہید ایک مرد خدا آگاہ، خدامست، ولی صفت، صاحب عزم وایمان، تحریک حماس کے بانی ومرشد، نسل نو کے مربی اور ایک غیر معمولی قائد تھے جن کی مثالیں نایاب ہیں، خدا کے اس باتوفیق بندے نے ہزاروں قلوب میں ایمان ویقین، توکل علی اللہ، تقویٰ و روحانیت کی قندیل بھی روشن کی، جذبۂ جہاد وشوق شہادت کے ساتھ پوری قوم میں مزاحمت کا حوصلہ پیدا کردیا، انہی کے تربیت یافتہ افراد اور نوجوانوں میں شہید اسماعیل ہانیہ بھی ہیں، جو تحریک انتفاضہ کے بعد باقاعدہ حماس کی تاسیس میں اپنے مربی ومرشد کے ساتھ شانہ بشانہ شریک رہے، شیخ احمد یاسین سے اپنی ابتدائی ملاقاتوں اور تعارف کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ ہم لوگ شیخ کے دروس اور حلقات میں شریک ہوتے تھے، وہ صحابہ کرام کے واقعات سناتے تھے، اور ان کے سوز وساز سے نوجوانوں کے قلوب کو گرماتے تھے، شیخ نوجوانوں کی تربیت پر خاص توجہ دیتے، اور ان سے انہیں بڑی توقعات تھیں۔

"ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" اس ماحول میں، اور ایک صاحب ایمان، صاحب دردوسوز عظیم مربی کے زیر تربیت اسماعیل ھنیہ نے اپنی جوانی کے ایام گذارے، ان کے فکرونظر سے تربیت پائی، جس نے انہیں جہد وجہاد، قربانی وسرفروشی، ملی ودینی شعور سے بھی آراستہ کیا، اور قائدانہ حوصلہ مندی، بصیرت، وبلند نگاہی، سخن دلنواز، جاں پرسوز کا جوہر بھی چمکا دیا۔

اسماعیل ھنیہ نے ۱۹۸۷ء میں حماس میں شمولیت اختیار کی، یہ حماس کی تشکیل وتاسیس کا ابتدائی زمانہ تھا، وہ اپنے مربی وقائد شیخ احمد یاسین کے آفس کے ذمہ دار رہے، انہوں نے تنظیم کے مختلف عہدوں پر خدمات انجام دیں، ۲۰۰۳ء تک شیخ کے معتمد علیہ اور منظور نظر بن گئے تھے، ان کی حکمت عملی اور فہم وفراست نے انہیں تحریک کے رہنماؤں میں سے ایک ممتاز مقام عطا کردیا، ۲۰۰۴ء میں اپنے شیخ ومرشد کی شہادت کے المناک واقعہ پر

انہوں نے تاریخی کلمات فرمائے تھے:

"عاش من أجل فلسطين، ومن أجل الأقصى، وبذه اللحظة التى كان يتمناہا، وعلى العدو الصہيونى أن يفهم أن استشهاد الشيخ أحمد ياسين ہى حياة للمقاومة، حياة للقدس، حياة لفلسطين، وحياة لہذه الأمة إن شاء الله"

انہوں (شیخ احمد یاسین) نے فلسطین و مسجد اقصی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا، آج وہ شہید کر دئے گئے، وہ اسی گھڑی کی تمنا میں بیتاب رہتے تھے۔ صہیونی دشمنوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ شیخ احمد یاسین کی شہادت تحریک مزاحمت، قضیہ قدس، پوری فلسطینی قوم اور امت اسلامیہ کے لئے ایک نئی زندگی کا پیغام ثابت ہوگی"

قائد و مجاہد اسماعیل ھنیہ نے حماس کے بانی و مرشد شیخ احمد یاسین سے بہت کچھ سیکھا، اور ان کے اصولوں کو اپنی قیادت میں نافذ کیا، روحانی اور نظریاتی لحاظ سے شیخ احمد یاسین نے اسماعیل ھنیہ کو اسلامی اصولوں پر مبنی مزاحمت کی تعلیم دی، اس ہونہار شاگرد و مسترشد نے اپنے مرشد سے سیکھا کہ فلسطینی مزاحمت صرف مسلح جد و جہد تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک روحانی اور اخلاقی فریضہ بھی ہے، انہوں نے جہد مسلسل، قوت بازو، ہتھیار و وسائل حرب اختیار کرنے کے ساتھ تعلق مع اللہ، خلوص وللّٰہیت، خدا ترسی وتقوی، ذکر ودعا، عبادت واحتساب کا درس دیا، بلکہ اس کا عملی مرقع بنا دیا، اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ شیخ نے اپنے تمام تلامذہ و مسترشدین کو مزاحمت کے اسی اسلامی و دینی ذوق سے آراستہ کیا ہے، اسماعیل ھنیہ اسی جامع تربیت کا بے مثال نقش تھے، مرشد و مربی شیخ احمد یاسین نے اسماعیل ھنیہ کو تنظیمی حکمت عملی اور قیادت کا ہنر بھی سکھایا، انہوں نے اپنی ذاتی صلاحیتوں کے ساتھ اپنے مرشد سے یہ بھی سیکھا تھا کہ کس طرح ایک مزاحمتی تحریک کو منظم اور متحرک رکھا جا سکتا ہے، اور کس طرح عوام کی حمایت حاصل کی جا سکتی ہے، شیخ احمد یاسین نے اپنے شاگردوں کو ہمیشہ حوصلہ اور استقامت کا درس دیا، ھنیہ نے اپنے شیخ سے سیکھا کہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی کس طرح صبر اور حوصلے کے ساتھ کام جاری رکھا جاتا ہے، اور عملی طور پر ان کی زندگی اس کا مصداق رہی۔

شہید اسماعیل ھنیہ اپنی جد و جہد، فکر و نظر اور تحریکی مواقف کی وجہ سے متعدد بار قید و بند کی صعوبتوں سے گذرے، جو ظاہر ہے کہ راہ عشق و وفا کے راہیوں کے لئے کوئی انوکھی یا انہونی بات نہیں، بلکہ ان کے حوصلوں کو مہمیز اور تحریکی و قائدانہ صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بسا اوقات ضروری ہے، چنانچہ سب سے پہلے تحریک انتفاضہ کے بعد ۱۹۸۷ء میں گرفتار ہوئے، اور ۱۸ دن جیل میں ڈالے گئے، پھر ۱۹۸۸ء میں دوبارہ چھ ماہ جیل میں گذارے، اس کے بعد ۱۹۸۹ء میں سہ بارہ حماس سے تعلق کی وجہ سے نذر زنداں کئے گئے، اور تین سال تک قید

وبند کی زندگی گذاری، جیل کی سختیوں، زندان وسلاسل نے ان کے حوصلوں کو مزید جلا بخشی۔

حماس نے ۲۰۰۶ء میں انتخابات میں نمایاں کامیابی حاصل کی، اور اپنی حکومت بنائی، اسماعیل ھنیہ اس کے وزیراعظم بنے، حماس کی یہ حکومت ایک سال باقی رہی، پھر حماس اور فتح کے نظریاتی اختلاف اور جھڑپوں کے بعد محمود عباس نے اس حکومت کو برخاست کر دیا، جس کے بعد غزہ کا کنٹرول حماس کے پاس باقی رہا، اور اس طرح قائد ومجاہد اسماعیل ھنیہ وزارت عظمی کے عہدہ سے برطرف ہو گئے۔

شیخ اسماعیل ھنیہ پر متعدد بار جان لیوا حملے کئے گئے، قتل کی کوششیں کی گئیں، سب سے پہلے ۲۰۰۳ء میں حماس کے بعض قائدین پر ایک فضائی حملہ کیا گیا، جن میں شیخ احمد یاسین شہید بھی تھے، اس حملے میں اسماعیل ھنیہ کا ایک بازو زخمی ہوا، پھر ۲۰۰۶ء میں ایک حملہ کے ذریعہ قتل کی کوشش کی گئی، اس حملہ میں ان کے ایک رفیق کی شہادت بھی ہوئی، مگر شیخ اسماعیل بچ گئے، تیسری بار پھر ۲۸؍جون ۲۰۱۴ء کو ایک حملہ کا نشانہ بنایا گیا، مگر اللہ تعالی نے حفاظت فرمائی، قائد شہید اس سے بخوبی واقف تھے کہ موت ہر آن ان کا تعاقب کر رہی ہے، وہ جس راہ کے مسافر ہیں اس رہگذر پر موت کا بسیرا ہے، دشمن گھات میں ہے، مگر کیا حوصلہ پایا تھا کہ کبھی موت کے خوف نے ان کو پست ہمت نہیں بنایا، لوگ زندگی سے محبت کرتے ہیں انہیں موت سے محبت تھی، اپنی زندگی کی پرخطر وادی سے وہ اچھی طرح واقف تھے، ایک پروگرام میں سلیم عبدالقادر کا یہ شعر گنگناتے ہوئے اپنے جذبات کا برملا اظہار کیا تھا:

ماض وأعرف مادربی، وماهدفی
والموت يرقص لی فی كل منعطف

میں اپنی راہ پر پیہم رواں، ہر دم جواں رہوں گا، مجھے اپنی منزل، اور اپنا مقصد اچھی طرح معلوم ہے، میں جانتا ہوں کہ موت میرے لئے ہر بام پہ رقصاں، اور ہر موڑ پہ منتظر ہے۔

۶؍مئی ۲۰۱۷ء کو حماس کی مجلس شوری نے اسماعیل ھنیہ کو اپنا سیاسی قائد ورہنما اور تحریک کا صدر منتخب کیا، اس وقت سے اپنی شہادت تک وہ تحریک کی کامیاب صدارت وقیادت فرماتے رہے، تحریک نے اس عہد میں اپنی مزاحمت وجہاد کا سفر بھی طے کیا اور عالمی سطح پر اپنی نمایاں پہچان وشناخت بھی قائم کی۔

۳۱؍جنوری ۲۰۱۸ء میں امریکہ نے دہشت گردوں کی مزعومہ فہرست میں شیخ اسماعیل ھنیہ کو داخل کیا، یہ ڈونالڈ ٹرمپ کی سرپرستی میں ایک ظالمانہ وغیر منصفانہ فیصلہ تھا، اصل میں اس کا پس منظر یہ تھا کہ امریکی سفارت خانہ کو تل ابیب سے بیت المقدس منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا، یہ فیصلہ اس کا صاف اعلان تھا کہ شہر قدس کو باقاعدہ

اسرائیلی راجدھانی بنانے کی تیاری کی جارہی ہے، حماس نے اس فیصلہ کی سخت خلاف ورزی کی، اور صاف اعلان کردیا کہ شہر قدس کے تقدس کو پامال نہیں کرنے دیا جائے گا، اسماعیل ہانیہ نے واضح پیغام کے ساتھ زبردست خطاب کیا تھا، یہ گویا امریکی فیصلہ اور صہیونی ایجنڈے کے خلاف اعلان جنگ تھا، اس پس منظر میں قائد ومجاہد اسماعیل ہنیہ کو عالمی غنڈوں اور دہشت گردوں نے ''دہشت گرد'' قرار دے دیا، اور یوں ایک شریف النفس ، بااخلاق وباکردار، مظلوم وستم رسیدہ قوم کا نمائندہ وقائد آن کی آن میں ''دہشت گرد'' بنادیا گیا، حماس نے اس امریکی ظالمانہ فیصلہ کو ''ایک مذاق'' سے تعبیر تھا، اور کہا تھا کہ: ''اب ہمیں اپنا کریکٹر سرٹیفکیٹ'' امریکہ سے حاصل کرنا پڑے گا''

۱۹۹۲ء میں اسرائیل نے مغربی کنارے اور غزہ کے تقریبا ۴۱۵ر افراد کو لبنان کے ایک گاؤں ''مرج الزہور'' میں جلاوطن کردیا تھا، ان میں بیشتر افراد حماس کے قائدین اور ذمہ دار تھے، ان خانماں برباد افراد میں شہید حق قائد ومجاہد اسماعیل ہنیہ بھی تھے، اس زمانہ میں وہاں ایک لبنانی فلسطینی تاجر ''نزیہ البقاعی'' ان حضرات سے جاکر ملاقات کرتے ہیں، وہ (Al Mayadeen) چینل پر اپنے ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں کہ اسماعیل ہنیہ جو اس وقت ایک نوجوان تھے، ان سے کس طرح ان کی پہلی ملاقات ہوئی، بقاعی اس سرد علاقہ میں اس قافلہ کے لئے کچھ امدادی سامان لیکر پہنچتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ''میں ان لوگوں سے ملاقات کے لیے پیدل روانہ ہوا، پہاڑ کے نیچے کے چشمے کے قریب ہمیں کچھ گنگنانے کی آواز سنائی دی، جب ہم قریب پہنچے تو ہم نے مذہبی اور جہادی ترانے سنے، اچانک میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو پانی کے کین (تقریبا 70 کلوگرام وزن کے) اٹھائے مسکرا رہا تھا، اور مجھ سے سلام کے بعد کہنے لگا کہ وہ یہاں ایک قومی جشن منا رہے ہیں، اور وہ خود کو اگلے مرحلے یعنی آزادی کے لیے تیار کر رہے ہیں''، وہ مزید بتاتے ہیں: ''انہوں نے مجھ سے پوری خود اعتمادی کے ساتھ کہا اے میرے بھائی، رابین (اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابین) اس لمحے پر پچھتائے گا جب اس نے ہمیں جلاوطن کرنے کا سوچا، اور یہاں جلاوطن کیا ہے'' حیرت اور تجسس سے میں نے ان سے ان کا نام پوچھا، تو انہوں نے کہا: میں آپ کا بھائی، اسماعیل عبد السلام ہنیہ ہوں! میں نے دیکھا کہ وہ اس جلاوطنی میں اپنے بھائیوں کی بے لوث خدمت کرتے تھے، اس ملاقات کے دوران ہنیہ نے جو کہا تھا، بعد میں وہ سچ ثابت ہوا، اور واقعی اسرائیلی منصوبہ ناکام ہوگیا، کیونکہ جلاوطن کیے گئے لوگوں کو عربی اور عالمی سطح پر حمایت اور ہمدردی حاصل ہوئی، فلسطینی افراد کا یہ اجتماع بعد کی فلسطینی جدوجہد اور مراحل کے لیے ایک تمہید ثابت ہوا۔

اس کے بعد، البقاعی مزید بتاتے ہیں: ہمارے درمیان ذاتی طور پر رابطہ شروع ہوا، اور جس طریقے سے وہ

مجھ سے بات کرتے تھے، ایسا لگتا تھا جیسے وہ کیمپ میں اپنے بھائیوں کے خادم ہوں، میں ان کی حماس میں ذمہ داری سے ناواقف تھا، ہمارا تعلق ایک سال تک جاری رہا، اور میں جب بھی کیمپ کا دورہ کرتا تو ان سے ملاقات ہوتی۔، وہ جلاوطن لوگوں کی ضروریات کی فہرست تیار کرتے تھے، اور بڑی عاجزی اور احترام کے ساتھ، دعاؤں کے ساتھ درخواست کرتے، حالانکہ کچھ جلاوطن لوگوں کی ضروریات انتہائی سادہ اور معمولی ہوتی تھیں، جیسے کچھ کپڑے اور بنیادی ضروریات وغیرہ۔

البقاعی مزید بتاتے ہیں: ''میں نے ایک باران سے کہا: اے بھائی اسماعیل، آپ اپنے دیگر بھائیوں کے لیے درخواست کرتے ہیں، لیکن اپنے لیے کچھ نہیں مانگتے، تو انہوں نے جواب دیا: میرا کوئی مسئلہ نہیں ہے، اہم بات یہ ہے کہ میرے بھائیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو، مجھے یاد ہے کہ وہ ایک پاجامہ پہنے ہوئے تھے، جس کا بنیادی رنگ پیلا تھا، اور زیادہ دھلائی کے باعث وہ خراب ہو چکا تھا، میں ان کے لیے ان کے سائز کا ایک نیا پاجامہ لاکر دیا، لیکن انہوں نے اسے کسی دوسرے بھائی کو دے دیا اور خود نہیں پہنا، اور کہا کہ اسے اس کی مجھ سے زیادہ ضرورت ہے''

اسماعیل ھنیہ کی پوری زندگی اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ جو خصوصیات، امتیازات، حالات اور مختلف کردار ان کی شخصیت میں بیک وقت جمع ہیں وہ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں، وہ جامعہ اسلامیہ غزہ میں طلبہ یونین میں رہے، وہاں عربی ادب کے استاد اور پھر ذمہ دار بھی رہے، علمی، وتدریسی خدمات انجام دیں، اپنے مربی ومرشد شیخ احمد یسینؒ کے رفیق ومساعد رہے، تحریک سے وابستہ ہوئے، سرپرستی فرمائی، خدا کو منظور ہوا تو وزارت عظمیٰ کی کرسی سنبھالی، پھر تحریک کے قائد ورہنما بنے، ان سب کے ساتھ وہ جب مسجد کے محراب میں امامت کے لئے کھڑے ہوتے تو پرسوز وپرکشش تلاوت سے نمازیوں پر رقت طاری ہوجاتی، جب جمعہ کے خطبہ سے لیکر خصوصی وعوامی خطاب فرماتے تو پرزور وپرشور خطابت، واضح وصریح پیغام، مؤثر وقوی انداز بیان، مرتب ومدلل گفتگو اور نہایت ادبی زبان سے سامعین کے دل موہ لیتے تھے، ان کی تقریر وخطاب ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کا مصداق ہوتی تھی، دینی واصلاحی عوامی تقریریں بھی کرتے تھے، بادشاہوں، امراء، اور حکام کی مجلسوں میں بھی گفتگو فرماتے تھے، ذکر وتسبیح، مناجات ودعا، نوافل واذکار، شب بیداری وتہجد گذاری کا اہتمام دیکھئے تو خانقاہوں کا حال بھول جائیں، خدا کی ذات پر یقین وتوکل، اعتماد، اس کی راہ میں جینے مرنے کا حوصلہ، ثبات واستقامت، صبر وہمت، عزیمت وصلابت، سرفروشی وجذبہ جہاد، شوق شہادت، تواضع وخوش اخلاقی کی بات کیجئے تو ان اوصاف وخصائل کا مرقع ومجسم پیکر نظر آئیں، اللہ نے اپنے اس بندے کے لئے بے شمار

اوصاف وخصائل کی توفیق ارزانی فرمائی تھی، اسماعیل ھنیہ اور ان کے اور بہت سے رفقاء اس سوز وساز کا عکس جمیل، اور تربیت کا نمونہ ہیں جو خدا کے باتوفیق بندے، نسل نو کے مربی، قائد وامام شیخ احمد یسین ؒ کی زندگی وجد وجہد کا خلاصہ ہے، اپنے اس استاد ومرشد کا تذکرہ کرتے ہوئے اسماعیل ھنیہ ایک موقع پر شیخ احمد یسین ؒ کا زبردست مقولہ بیان کرتے ہیں، جو پتے کی بات یہ ہے کہ ایک الہامی جملہ ہے، اپنے ایک ویڈیو بیان میں شیخ کے ساتھ اپنی ابتدائی ملاقاتوں اور تعارف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: شیخ نوجوانوں کی تربیت پر خاص توجہ دیتے تھے، انہیں قریب کرتے، محبت سے پاس بلاتے، درس میں شریک کرتے، دلجوئی وقریب کرنے کے لئے مٹھائی کھلاتے، اور اکثر یہ فرمایا کرتے تھے:

"نحن والآخرون علی صراع مع الجیل، من ینتصر فی معرکۃ الجیل، ینتصر فی المستقبل"

ہم اور دوسری قومیں نسل نو کی تربیت کی کشمکش کے دور میں ہیں، آج جو نئی نسل کی تربیت کے معرکہ میں کامیاب ہوگیا، مستقبل میں کامیابی اسی کے قدم چومے گی" اللہ رے اس بندے کی فراست ودوربینی! سلام ہو اس مردقلندر پر، کیا زبردست حکیمانہ، مبصرانہ اور دقیق بات کہی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت شیخ احمد یسین ؒ نے اپنی کمزوری، بے بضاعتی، جسمانی اعذار، مادی اسباب ووسائل کی کمی کے باوجود خدا کی توفیق سے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تھا، جس وقت نسل نو کی تربیت کا بیڑا اٹھایا تھا، کمیونزم اور مادی نظریات کی حامل مختلف تحریکات اپنی اپنی آئیڈیالوجی ونظریات کے ساتھ دنیا کے بازار میں نسل نو کی ذہن سازی کررہی تھیں، مادیت، ظاہر پرستی، مغربی تہذیب کا عفریت منہ کھولے کھڑا تھا، ایمان سوز، اخلاق سوز، حیاسوز مادی نظریات وافکار کے سانچے انسانی نسل کو ڈھالنے میں لگے ہوئے تھے، ایسے میں ایک کمزور، جسمانی مفلوج مگر بیدار مغز، وزندہ قائد اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ ہماری جنگ صرف شمشیر وسنان کے میدان میں ہی نہیں ہے، بلکہ اس مادیت کی پرفریب دنیا میں اخلاق وکردار سے عاری نظریات، محدود مادی مقاصد، بلکہ حقیر دنیا کے حقیر مقاصد کی تگ ودو، جدوجہد کی اس معرکہ آرائی میں جو ایک بااخلاق، باضمیر، صالح وہمدرد، بلند نگاہ، وبلند ہمت، اعلی مقاصد اور انسانیت کی تعمیر کا جذبہ رکھنے والی نسل کی تربیت میں کامیاب ہوگیا، مستقبل اس کا ہے، وہی فاتح زمانہ ہوگا، آج ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس باعزم وحوصلہ مردقلندر کے تربیت یافتہ نوجوانوں، اور اس سانچہ میں ڈھلے ہوئے افراد کے کردار نے عہد اول کی یادیں تازہ کردی ہیں، اسماعیل ھنیہ اسی فکر وسوز کے قالب میں ڈھلے ہوئے ایک بے مثال قائد تھے، ان کی کامیاب زندگی عصر حاضر کے نوجوانوں کے لئے قندیل راہ ہے۔

آہ اس مرد مجاہد، قائد ومربی، صبر وہمت کے پیکر، عزیمت واستقامت کی آبرو، بے مثال قائد ورہنما کو سفر کی

حالت میں رات کے سناٹے میں موت کی آغوش میں سلا دیا گیا، بے رحمی کے ساتھ شہید کر دیا گیا، ان کی شہادت کے پیچھے کیا راز ہیں، ابھی واضح تحقیقات سامنے نہیں آئی ہیں، اسماعیل ھنیہ دوحہ قطر میں مقیم تھے، صرف ترکی اور ایران ہی کے سفر پر جاتے تھے، کسی اور ملک کا سفر نہیں کرتے تھے، ایک اہم سرکاری، صدارتی تقریب میں شرکت کے لیے جانے والے اتنے عظیم قائد و رہنما کا یوں اچانک شہید کر دئے جانا بہت اہم واقعہ ہے، جو اپنے اندر بہت سے سوالات رکھتا ہے، ابھی ان کو تہران پہنچے ہوئے صرف تقریبا ۳۵ گھنٹے ہی گذرے تھے کہ رات کے سناٹے میں ان کو شہید کر دیا گیا، ابھی بہت واضح ثبوت اور یقینی تحقیق نہیں سامنے آسکی کہ آخر اسی قیام گاہ میں دھماکہ خیز مادہ نصب کیا گیا تھا یا باہر سے کوئی میزائل وغیرہ آیا تھا، بہر حال اندر نصب کیا گیا ہو یا باہر سے کوئی حملہ کیا گیا ہو، صدارتی محل کے قریب، اتنے محفوظ مقام پر خفیہ و مرتب کاروائی کے ذریعہ یہ حملہ- اگر بالفرض یہ نہ تسلیم کیا جائے کہ اس قتل میں ایران کا بھی ہاتھ ہے، اور شہید کا خون ایرانی خنجر کی گواہی دے رہا ہے- ایرانی سسٹم کی ناکامی کی کھلی دلیل تو ہے ہی۔

ایک نظریہ اور زاویہ نگاہ یہ ہے کہ ایران شروع سے حماس کا معاون رہا ہے، اور ہمیشہ اس نے حماس کا تعاون کیا ہے، خود حماس کے ذمہ داران، رہنما و قائدین کھل کر اس کا اعتراف کرتے ہیں، ان کے تعلقات اور بار بار ایران کے سفر دونوں کے بہترین تعلقات کی دلیل ہیں، بالخصوص اس واردات کے بعد بھی اب تک حماس کے افراد نے ایران پر الزام عائد نہیں کیا ہے، یقینا یہ ایک نظریہ ہے، اور قابل غور ہے، تاہم یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ عالم عربی میں کسی نے سرکاری سطح پر حماس کا ساتھ نہیں دیا، اپنے سیاسی مقاصد کہئے یا خوف وہراس اور امریکی غلامی کہئے، سب نے سرزمین قدس کی اس عظیم ترین تحریک کو یکتا و تنہا چھوڑ دیا، جب انہیں پشت پناہی کی ضرورت تھی تو ہاتھ کھینچ لئے گئے، ایسے میں ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے، اپنے مصالح و مقاصد کے تحت ایران نے کھل کر تعاون کیا، پشت پر ہاتھ رکھا، ایران سے مدد لینا حماس کی ایک مجبوری واضطراری کیفیت تھی، حماس اور اہل فلسطین کے نظریات وعقائد ایران سے بالکل مختلف ہیں، اس کے باوجود حماس نے ایک دن بھی نظریات کا سودا کئے بغیر ایران کے تعاون کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے تعلقات استوار کئے، دوستی کا ہاتھ بڑھایا، اب ان تعلقات اور اس واقعہ پر حماس کے ایران کو مورد الزام نہ ٹھہرانے سے یہ استدلال کرنا کہ اس میں ایران پر شبہ نہیں کیا جاسکتا یہ بہت محل نظر اور بڑی سطحی دلیل ہے، حماس نے تو آج تک خود عالم عربی کے حکمرانوں کے کردار پر بھی تنقید نہیں کی، سعودیہ و امارات کی اسرائیل نوازی پر بھی کبھی شکایت نہیں کی، جب کہ یہ ممالک سخت ترین تنقید و ملامت کے مستحق تھے، تو کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ چوں کہ عرب امارات پر حماس کے ذمہ داران تنقید نہیں

کرتے اس لئے ہم بھی ان کے کردار کو مشکوک نہ سمجھیں، قابل غور ہے کہ ایران نے ھنیہ کی شہادت کے المناک اور اہم ترین حادثہ پر کاروائی کی دھمکی دی، سخت نوٹس لینے کا اشارہ دیا، مگر ابھی تک کوئی قابل ذکر کارروائی نہیں کی۔

میں نے گذشتہ سطور میں اشارہ کیا ہے کہ ایران سے تعاون لینے اور بہترین تعلقات کے باجود حماس نے کبھی اپنے نظریات سے سودا نہیں کیا، نہ موقف میں کمزوری دکھائی، نہ کوئی تنازل اختیار کیا، جبکہ لینے والا ہاتھ ہمیشہ دینے والے کے سامنے جھکتا ہے، اس کی دلیل کی طور پر حماس کے قائد خالد مشعل کا یہ تذکرہ مناسب ہے کہ ایران نے غزہ میں جدید ترین سہولیات وخدمات سے آراستہ ایک بہت بڑے اسپتال کی تعمیر کی پیشکش کی، منصوبہ رکھا، حماس نے اس منصوبہ کا استقبال کیا، لیکن ایرانی حکومت کا کہنا تھا کہ یہ اسپتال ''خمینی'' کے نام سے منسوب ہوگا، حماس کے ذمہ داروں نے یک لخت شکریہ کے ساتھ معذرت کردی، ظاہر ہے کہ اس اسپتال کے ذریعہ طبی خدمات ہی فراہم کی جاتیں، مگر چوں کہ اہل غزہ کے درمیان ''خمینیت'' کے اثرات وافکار کی ترویج کا خطرہ تھا، اس لئے بلا جھجک ضرورت کے باوجود اس پیشکش سے معذرت کردی گئی۔

شیعہ سنی منافرت ایک قدیم تاریخی حقیقت ہے، شیعی فکر کے مطابق سنی مجرمانہ کردار کے حامل ہیں، ملک شام میں کشتوں کے پشتے لگ گئے، یمن کو تاخت وتاراج کردیا گیا، عراق کو خون میں نہلایا گیا، یہ سب شیعہ سنی منافرت ہی کا ایک نمونہ ہے، اس سے کوئی اختلاف نہیں کہ شیعہ سنی اتحاد ہونا چاہئے، دونوں کے درمیان خلیج کو کم کرنے کی کوششیں ہونی چاہئے، لیکن اس بات کے اعتراف کے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں کہ عملاً اب تک یہ خواب ہزار کوششوں کے باوجود شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا، ایران کے تعاون اور حماس وقضیہ فلسطین کے لئے اس کی حمایت کے باوجود تہران میں اسماعیل ھنیہ کی شہادت ایران پر بہت سے سوالات کھڑے کرتی ہے، ایران کے پاس جدید فضائی دفاعی نظام S-300 موجود ہے، اس کے باوجود باہر سے ہونے والے فضائی حملہ کو نہ سمجھ پانا وہ بھی صدراتی تقریب کے موقع پر جبکہ سیکورٹی نظام سخت ہوتا ہے، حیرت انگیز ضرور ہے۔

۷/ اکتوبر کے بعد اسرائیل نے اعلان کیا تھا کہ حماس کے قائدین نشانہ پر ہیں، اسماعیل ھنیہ سے پہلے شیخ صالح العروری اور بعض دیگر افراد کو نشانہ بنایا گیا، یہ تو واضح بات ہے کہ اسرائیل نے حماس اور قائدین حماس کے حوصلوں کو پست کرنے کے لئے سخت سے سخت مجرمانہ کاروائیاں کی ہیں، بے دریغ عوام پر انسانیت سوز حملے کئے ہیں، اسی ضمن میں اسماعیل ھنیہ کے افراد خاندان کو نشانہ بنایا گیا، تاکہ قائد میں کمزوری واضمحلال پیدا ہوجائے، اور اخیر میں خود ان کو نشانہ بنایا گیا تاکہ حماس کی صفوں میں انتشار پیدا ہو، ایسے ماحول میں تحریک نے اپنے حواس نہیں کھوئے، ہمت نہیں ہاری، اور اسماعیل ھنیہ شہیدؒ کی جگہ ایک باہمت، حوصلہ مند، سخت جان، وسخت گیر، دشمن

کے لئے بارعب شخص کو قیادت کے لئے منتخب کر کے صاف پیغام دیا کہ قائد کے جانے سے ہمارے حوصلے کمزور نہیں ہیں، ہمارے درمیان سے اگر کوئی قائد رخصت ہوتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے،۔یحی سنوار کے انتخاب کے بعد الجزیرہ نے اپنی ایک خبر میں عنوان لگایا ''حماس اختارت اخطر رجل علی اسرائیل'' حماس نے اپنی قیادت کی خاطر اسرائیل کے لیے سب سے خطرناک شخص کا انتخاب کیا ہے''

اس مضمون کے اخیر میں آیئے قائد ومجاہد شہید حق اسماعیل ہانیہ کے کچھ اقوال اور نظریات سے اپنے ایمان وحوصلوں کو تازہ کرتے ہیں، جس طرح اللہ تعالی نے ان کو زور خطابت اور فصاحت زبان کا جوہر عطا کیا تھا وہیں صراحت وحق گوئی، زندہ دلی، بیباکی وجرأت، موقف پر استقامت وصلابت، اور حق پسندی کی صفات سے بھی نوازا تھا، الجزیرہ پر ''ابراہیم دویری'' نے اپنے ایک مقالہ میں بجا لکھا ہے: ''حياة هنية وعطاء اته لا يحاط بتفاصيلها، فكل لحظة من حياته جهاد وعطاء، وكل كلماته مواثيق تحرير'' اسماعیل ھنیہ کی زندگی، اور ان کی خدمات کا احاطہ ناممکن ہے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ جہاد وخدمات سے عبارت ہے، ان کا ہر جملہ آزادی کی دستاویز ہے''

ان کے چند اقوال پیش خدمت ہیں: ان کا سب سے مشہور زبان زد جملہ جو تحریک آزادی فلسطین کے متوالوں کے لئے ایک انقلابی نعرہ مستانہ ثابت ہوا؛ وہ یہ ہے: ''لن نعترف، لن نعترف لن نعترف باسرائيل'' ہم اسرائیل کو ہرگز تسلیم نہیں کریں، نہیں کریں گے نہیں کریں گے۔

ایک موقع پر فرمایا: ''لن تسقط القلاع، لن تخترق الحصون، ولن يخطفوا امنا المواقف باذن الله الوحد القهار'' ہمارے قلعے شکست نہیں کھائیں گے، ہمارے آہنی قلعوں میں شگاف نہیں ڈالے جا سکتے، اور خدا نے چاہا تو ہمارے مواقف اور ہمارے پائے استقامت میں تزلزل پیدا نہیں کیا جا سکتا''

تحریک حماس کی اکیسویں سالگرہ کی تقریب کے موقع پر اپنے خطاب میں فرمایا: ''سقطت يا بوش، ولم تسقط قلاعنا، سقطت يا بوش، ولم تسقط حركتنا، سقطت يا بوش، ولم تسقط مسيرتنا'' اے بوش صدر امریکہ! شکست تیرا مقدر ہے، ہمارے قلعہ زندہ وتابندہ رہیں گے، اے بوش صدر امریکہ! تیرا زوال ہوگا، ہماری تحریک ہردم جواں، پیہم رواں ہوگی، اے بوش صدر امریکہ! ہزیمت تیرا نوشتہ ہے، ہمارا کارواں بڑھتا اور چڑھتا رہے گا''

اور یہ جملہ تو مشہور عام وخاص ہو گیا جو ان کی زندگی اور ولولوں کی صحیح ترجمانی کرتا ہے: ''نحن قوم نعشق الموت كما يعشق أعداؤنا الحياة، نعشق الشهادة على ما مات عليه القادة'' ہم وہ قوم ہیں جسے موت کا

شوق ہے، جس طرح ہمارے دشمنوں کو زندگی محبوب ہے۔ ہم اُسی راہ وفا میں شہادت کا شوق رکھتے ہیں، جس راہ پر ہمارے پیش رو قائدین جام شہادت نوش کر چکے ہیں''

فلسطینی قیدیوں کی رہائی پر مذاکرات کے موضوع سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے صاف فرمایا: ''لا۔ وألف لا، الموت ولا الذلة، ولا المساومة على حرية هؤلاء الأبطال'' ہرگز نہیں، ہزاروں دفعہ نا قابل قبول!! موت گوارا ہے، مگر ذلت اور ان مجاہدین حق کی آزادی کا سودا کسی حال گوارا نہیں''

یہ چند جملے تھے جو بطور نمونہ میں نے یہاں ذکر کئے، اس مرد مجاہد کا ہر خطاب، اس کی مجلس کا ہر جملہ، اس کی زندگی کا حال وقال جہد و جہاد کا آئینہ دار، عزم و حوصلہ کی صدا، یقین وایمان کا غماز، اور اپنے پیچھے رہ جانے والے مسافروں کے لئے بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی ہے، خدا اس مرد مجاہد کی شہادت، اور قربانیوں کو قبول فرمائے، درجات بلند فرمائے، اور امت اسلامیہ کو ایسے ہی مردان کار، غیرت وحمیت رکھنے والے قائدین عطا فرمائے، رحمہ اللہ رحمۃ الابرار الصالحین

☆☆☆

صفحہ ۳۶ کا بقیہ حصہ..................(خصوصی انٹرویو)

اور جب مسلمانوں نے راہ حق چھوڑی اور دنیا پرستی میں لگ گئے، تو مسجد اقصی چھن گئی۔ ایک عرصے تک صلیبیوں کے ہاتھ میں رہی، پھر دوبارہ جب مسلمانوں کے اندر رجوع الی اللہ پیدا ہوا اور ان میں صلاح الدین اور نورالدین جیسے لوگ پیدا ہوگئے تو پھر اللہ نے مسجد اقصی کو واپس کیا، اس دور میں بھی پھر یہ بات یقینی ہے کہ نظام عدل کا قیام حضرت عیسیٰؑ اور امام مہدی کے ذریعے سے پہلے بیت المقدس میں ہوگا اور پھر وہاں سے پوری دنیا میں پھیلے گا تو بہت غیر معمولی اہمیتیں ہیں بیت المقدس کی؛ روحانی اعتبار سے بھی اور ظاہری سیاسی اور دفاعی ہر اعتبار سے بھی، اس لیے اس کا تقاضا ہے کہ اس کی اہمیت سے ہمارے نوجوان علماء واقف ہوں یہ میرا احساس ہے کہ جتنی توجہ ادھر ہونی چاہیے ہمارے اکثر مدارس میں شاید نہیں ہو رہی ہے۔

ملت ٹائمز: جی بالکل! بہت شکریہ ہم بات چیت کر رہے تھے فلسطین کے حالات پر، حماس کے سربراہ شیخ اسماعیل ہنیہؒ کی شہادت پر کہ اس کے کیا کچھ اثرات دنیا پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ بہت بہت شکریہ حضرت آپ نے وقت نکالا اور میرے ساتھ بات چیت کی۔

مدیر: آپ کا بھی شکریہ آپ نے میری بات لوگوں تک پہنچانے میں میری مدد فرمائی بہت بہت شکریہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

☆☆☆

اپنی زندگی کو اسلامی زندگی بنانے کے لئے مفید ترین کتابیں

اسلام کیا ہے؟

انتہائی آسان اور سلیس زبان میں اسلام کی ضروری تعلیمات پر حاوی حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی مقبول ترین کتاب جس کے ۲۷ اردو ایڈیشن ہمارے یہاں سے شائع ہو چکے ہیں

قیمت اردو ایڈیشن -/160 ہندی -/150 انگلش -/140

دین وشریعت

از مولانا محمد منظور نعمانی

بلاشبہ یہ کتاب اس وقت کی خاص ضرورت ہے، اس کتاب میں اسلامی اصول وتعلیمات کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ دین وشریعت کے بارے میں ذہنوں کو بصیرت اور دلوں کو یقین واعتماد اور اپنے بزرگوں کے اختیار کئے ہوئے مسلکِ اہلِ سنت کے بارے میں پورا اطمینان ہوتا ہے۔

قیمت -/260

قرآن آپ سے کیا کہتا ہے؟

از مولانا محمد منظور نعمانی

اس کتاب میں قرآنی دعوت وتعلیم کو عنوانات کے تحت اس طرح پیش کیا گیا ہے مسلمانوں اور غیر مسلموں سب کے لئے سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ قرآن کی بات قرآن ہی کے سادہ دعوتی اور تذکیری طرز پر اپنی زبان میں کہی گئی ہے۔ اپنی طرف سے کسی دلیل اور بحث کا اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ جہاں ضروری محسوس ہوا وہاں بقدر ضرورت کچھ تشریح اور وضاحت کی گئی ہے۔

قیمت اردو ایڈیشن -/240 ہندی ایڈیشن -/280

محفل قرآن

از مولانا عتیق الرحمن سنبھلیؒ

یہ کتاب دراصل فہمِ قرآن کی راہ میں ایک تازہ علمی کاوش ہے قرآن کریم کی جو خدمات اب تک انجام دی گئی ہیں اہل نظر محسوس کریں گے کہ اس کتاب سے ان میں انتہائی مفید اور قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔

ہدیہ 6 جلدیں -/2900 روپے

توضیحی ترجمۂ قرآن

نہایت آسان زبان میں قرآن مجید کا تفسیری ترجمہ

مرتبہ: مولانا محمد حسان نعمانی ندوی

اس ترجمہ کی خصوصیت جس نے اس کو بہت مقبول بنا دیا ہے یہ ہے کہ ترجمہ کے درمیان جگہ جگہ مستند اردو تفاسیر وحواشی سے توضیحی وتفسیری عبارتیں لے کر بریکٹ میں لگائی گئی ہیں، جس کی وجہ سے ہر ایک کیلئے آیات کا مطلب سمجھنا بے حد آسان ہو گیا ہے۔

ہدیہ اردو ایڈیشن -/600 ہندی ایڈیشن -/600

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی مقبول ترین تالیف

معارف الحدیث

دو ہزار سے زائد حدیثیں آسان عام فہم ترجمہ اور دل کو چھو لینے والی تشریحات کے ساتھ خاص طور پر اُن کے لئے جو رسول اللہ صلعم کی تعلیم اور طرز زندگی سے صحیح واقفیت اور اپنے تاریک دلوں کیلئے روشنی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

قیمت مکمل سیٹ -/2500

خصوصی رعایت پر حاصل کرنے کے لئے

واٹس ایپ نمبر 73559 39707 پر میسج کریں۔ الفرقان بکڈپو، نظیر آباد لکھنؤ-۱۸

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

کے نئے اور پرانے شمارے اب

آن لائن بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔

آن لائن رجسٹریشن کر کے آپ اپنے گھر

کے پتے پر بھی الفرقان حاصل کر سکتے ہیں۔

درج ذیل QR کو SCAN کیجئے۔

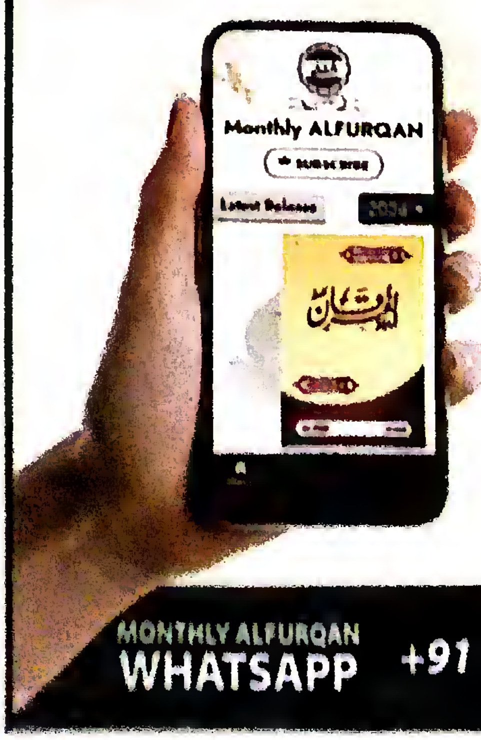

GET IT ON Google Play

Download on the App Store

یا سرچ کیجئے: Monthly ALFURQAN

MONTHLY ALFURQAN WHATSAPP +91 81749 44326 دفتر ماہنامہ الفرقان